نہایۃ الکمال

سیّد غلام قادر شاہؒ

ترتیب و تدوین، ترجمہ و تحشیہ

ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی

بہ اصرار
محمد دانیال

عرضِ مرتّب و مترجم

نہایۃ الکمال مشہور صوفی حضرت شیخ غلام قادر شاہ کی تصنیف اور ایک مختصر سا رسالہ ہے۔ یہ رسالہ قلمی صورت میں اور دربار خلیفہ شریف لاہور کی ملکیت ہے۔ اس رسالے میں مختلف اشغال کی کسی قدر تفصیل ہے۔ یہ اشغال ایک سالک کی تکمیلِ سلوک کے سلسلے میں ممد و معاون ہیں۔

رسالے کی عبارت و تحریر اور اقتباسات و حوالہ جات سے پتا چلتا ہے کہ فاضل مصنف کو نہ صرف فارسی اور عربی زبان پر عبور حاصل ہے بلکہ عظیم صوفی شعرا اور مصنفین کی تصنیفات بھی ان کے مطالعے میں رہی ہیں جن میں ابوسعید ابوالخیرؒ، رومیؒ، حافظؒ، سرمد، ابن عربیؒ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ پھر قرآن کریم اور احادیث نبویؐ و قدسی کے بھی حوالے آگئے ہیں جو ان کے کثرتِ مطالعہ پر دال ہیں۔ ہر شغل کے آخر میں انہوں نے "یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ" کی عبارت نقل کی ہے۔

راقم نے مخطوطہ سے عبارت نقل کرتے وقت بڑی محنت سے کام لیا ہے۔ خط بظاہر اچھا ہے لیکن اکثر مقامات پر کاتب نے بے احتیاطی کا مظاہرہ کیا ہے، چنانچہ قرآن کریم کی بعض آیات سے متعلق بھی اس نے تساہل سے کام لیا ہے۔ بہرحال آیاتِ قرآنی کی صحت کے لیے مجھے ہر مقام پر قرآن کریم سے رجوع کرنا پڑا۔ بعض عربی عبارات کے سلسلے میں مجھے اپنے دوست مکرم پروفیسر سید محمد کبیر احمد مظہر صاحب شعبۂ عربی پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے رجوع کرنا پڑا جس کے لیے میں ان کا ممنون ہوں۔

مخطوطہ کے بعض صفحات پر کسی حسن نے حاشیے میں بعض الفاظ کی وضاحت فارسی میں کی ہے۔ راقم نے ایسے حواشی کا ترجمہ دے کر بریکٹ میں حسن لکھ دیا ہے۔ باقی تمام حواشی راقم کے ہیں۔ ترجمے کے متن میں دو ایک حواشی دے کر راقم نے آگے یزدانی لکھ دیا ہے۔ حسن کا ایک حاشیہ طویل تھا اسے راقم نے ضمیمے کے طور پر رسالے کے آخر میں نقل اور ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ کرتے وقت میں نے سلاست کو پیشِ نظر رکھا ہے، البتہ اصطلاحات کو بعینہٖ رہنے دیا ہے، کہیں کہیں ضرورت کے تحت بریکٹ میں ترجمہ دے دیا ہے۔ جو اشعار مشہور شعرا کے ہیں، ترجمے میں وہ اصل لکھ کر ان کا ترجمہ کیا ہے، بقیہ اشعار کا صرف ترجمہ دے دیا ہے۔ اگرچہ متن سے یہ کہیں واضح نہیں ہوتا کہ بعض اشعار فاضل مصنف کے ہیں، تاہم قرائن سے پتا چلتا ہے کہ انہوں نے بھی کہیں کہیں طبع آزمائی کی ہے۔

آخر میں میں حضرت سید الطاف محی الدین گیلانی قادری فاضل صاحب کا ممنون ہوں جنہوں نے جہاں اس قسم کے قیمتی ذخیروں کو فنا ہونے سے محفوظ رکھنے کا پروگرام بنایا ہے، وہاں مجھے یہ موقع فراہم کیا ہے کہ یہ کام میں انجام دوں۔ جزاکم اللہ خیراً

ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی

لاہور ۲۶۔ جون ۸۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہی اوّل ہے وہی آخر اور وہی باطن (پوشیدہ) اور ظاہر ہے ۔ بے انتہا تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جو اپنی صفات میں محمد (تعریف کیا گیا، بہت عمدہ خصلتوں والا) بھی ہے اور اپنی نشانیوں کے لحاظ سے محمود (حمد یا تعریف کیا گیا) بھی ۔ تمام تعریفیں اسی سے وجود پذیر ہوئیں اور اسی کی طرف جاتی ہیں ۔ اس کی ذات کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسی کی طرف بازگشت ہے اور اس ذاتِ محمود پر لامحدود درود جو ہر عالم میں مطلق بھی ہے اور محدود بھی اور ہر حضرت (نزدیکی، قرب، حضوری) میں شاہد بھی ہے اور مشہود بھی، صلی اللہ علیہ وآلہ، جتنے بھی عدد معلوم اور موجود ہیں (یعنی اتنی مرتبہ درود) ۔

ترجمۂ اشعار= وہ ذاتِ مطلق جس کا نام احمدؐ ہے، وہی اسم کی رو سے پوری طرح شہود کا آئینہ ہے ،
اگرچہ آپؐ کی میم تعیّن پر دلالت کرتی ہے، تو اسے عینِ احد سمجھ اور کلام (الٰہی) سے پڑھ ۔
یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ (یا شیخ عبدالقادر خدا را کچھ عنایت کیجیے)

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس امر پر اپنی معرفت دیتا ہے کہ تو اپنے نفس کو پہچان اور جان لے ، کیونکہ اس ذات سبحانہٗ کی معرفت، جو عالم و آدم کے وجود کی تخلیق کا بنیادی باعث ہے، نفس کی پہچان پر موقوف ہے اور یہ نفس ایک ربانی لطیف شے ہے، جو ہر مسند میں کسی ایک نام سے موسوم اور ہر مقام پر کسی ایک صفت و وصف سے جانا جاتا ہے (یہ عالم امر میں "قلم" سے اور خلق میں "عرش" سے موسوم ہے ۔ علیٰ ھٰذا القیاس) ۔ جیسا کہ فرمایا حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے[1] : جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا ۔ اور خدا ہی کے لیے تحسین وستائش ہے جس نے کہا کہ ضمیر محمد علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف لوٹنے والا ہے ؛ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے : نبیؐ مومنوں کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں[2] (یا زیادہ شفقت کرنے والے ہیں) ۔ سو جس کسی نے خود کو پہچان لیا اس نے حق کو پا لیا اور جس کسی نے خود کو دیکھ لیا خدا کو دیکھ لیا ۔ کیا تو نہیں سنتا کہ کس طرح فرماتے ہیں : جس کسی نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا ۔ ہاں علم یعنی مرتبۂ علم میں عینِ مطلق الٰہی اور کتابی اسماء و صفات کا مظہر اور آئینۂ جاودانی ہے ۔ جبکہ عینِ حق میں (یعنی مرتبۂ خارج میں) وہ اس

---

۱ ۔ ابن تیمیہ کے نزدیک یہ حدیث موضوع ہے، جب کہ سمعانی کا یہ کہنا ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں بلکہ یحییٰ ابن معاذ کا قول ہے ۔ ملاحظہ ہو اقبال اور مسلک تصوف از ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور ۱۹۷۷، ص ۱۲۷، ۱۲۸

۲ ۔ سورۃ الاحزاب، آیہ ۶

لطیفۂ ربانی کا آئینہ ہے اور وہ سب مظاہر میں اس کا شہود ہے، کیسی مختصر انداز میں کیسی تفصیل ہے! اور وہ اسی جامع آئینہ یعنی حقیقتِ انسانیہ میں واقع ہے اور اس حقیقتِ کبریٰ (یعنی انسان) کا وجود روشن و تابناک حقائق وجود کے آئینے میں باخبر عارف سے مخفی نہیں ہے، ہر چند وہ مخفی خزانہ ہے۔

بیدار ہو، ہشیار ہو، خود کو پہچان تاکہ تو خدا کو پہچانے :

ترجمۂ اشعار = تو "اپنے" خیال سے محجوبیت میں پھنسا ہوا ہے، اگر تو اپنے آپ کو دیکھے تو گھر میں تیرے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے

= تو کائنات کے قدیم اور حادث ہونے پر حیران ہے، تو مسلسل اس کے اور اس کے درمیان سرگرداں ہے،

یہ نکتہ سن لے کہ دونوں جہان تجھ سے قائم ہیں۔ تیرے پہلے اور تیرے بعد نہ یہ ہے اور نہ وہ۔

"وہی اول وہی باطن" اس ذاتِ احد کی بے نشانی کا نشان ہے اور "والآخر والظاہر" محمد صلعم کی صفات ہیں۔ سرمد[1] برہنہ کہتا اور برہنہ ظاہر کرتا یعنی کھل کر کہتا ہے، تو تو سن اگر تیرے کان ہیں اور سمجھ اگر تو صاحبِ دل ہے : ۲

ترجمۂ اشعار = نورِ اول اس ذات (باسخاوت) کا نمونہ ہے۔ آپؐ کائنات کی کتاب کا آغاز اور وجود کی فہرست کا پہلا عنوان ہیں۔ آپؐ صرف مسلمانوں ہی کے محمد نہیں ہیں بلکہ عیسائیوں کے عیسیٰؑ اور یہودیوں کے موسیٰؑ بھی ہیں[2]۔

"جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا (پہچانا)۔ پس ہر انسان کا یہ واجب فرض ہے کہ وہ اپنی حقیقت کا علم حاصل کرے اور خود کو، جیسا کہ وہ ہے، پہچانے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر حصول علم فرض ہے"۔ جب تک تو یہ علم (اور اس علم حقیقت کا) نہیں جانتا تو نا مسلمان ہے[3]، اگرچہ تو کتنی ہی ساری کتابیں اور صحیفے کیوں نہ پڑھ لے ... علم اللہ کی قربت و معرفت اور اللہ ~~[illegible]~~ سے ڈرنے کا پھل ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خدا سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت) کا علم رکھتے ہیں[4]، موقوف ہے کسی مرشد کامل واصل اور عارف [illegible] جیسا کہ کہا گیا ہے: "ہمسایہ پھر گھر، پہلے ساتھی پھر راستہ (سفر) :

= عشق کی تعلیم مدرسے میں نہیں ہوتی۔ اس قسم کا علم تو کسی اور ہی زبان سے ہے۔

میرے رب مجھے صالح لوگوں کے ساتھ ملا دے۔

چونکہ یہ مختصر (رسالہ) ان حقائق کی تفصیل کے لائق نہیں ہے، اس لیے بعض ایسے اسرار کے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے جو قلم کی زبان سے کما حقہٗ واضح نہیں ہوتے لیکن طالب صادق پر ان کا اظہار واجب اور ماہر راستہ

---

۱ - سرمد - عالمگیری دور کے مشہور صوفی شاعر - خاندان کے عیسائی اور قوم کے ارمنی تھے - آغاز عمر ہی میں اسلام کی طرف مائل ہوگئے - ایک ہندو لڑکے پر فریفتہ ہوکر حقیقی کی عشق میں ڈوب گئے - دیوانہ وار اور برہنہ ہوکر "ہمہ اوست" کا ورد کرنے لگے - عالمگیر کے عہد میں دہلی پہنچے اور دارا شکوہ کی صحبت میں رہنے لگے - بعد میں علما کے فتوے پر کہ وہ صرف "لاالٰہ" پڑھتے ہیں ۱۰۶۹ھ / ۹-۱۶۵۸ء میں انہیں قتل کر دیا گیا -

۲ - یعنی فرنگی عیسیٰ ہیں محمد ہیں اور موسیٰ یہود ہیں، پس سمجھ لے - حسن سلمٰہ ربہٗ

۳ - یعنی تو کمال ایمان سے بے بہرہ ہے چنانچہ امام ... حجۃ الاسلام نے ایک رمز بیان کی ہے : اس علم سے جس کو کوئی بہرہ نصیب نہیں ہوا میں اسکے برے انجام سے ڈرتا ہوں۔ حسن

۴ - سورۂ فاطر، آیہ ۲۸

صاحبِ استعداد پر اس کا چھپانا حرام ہے۔ کسی ہادی رہنما سے تحصیلِ معرفت کے بعد اگر اس پر عمل کیا جائے اور اس کی
جو شرطیں اور لوازم ہیں ان کا پورا پورا دھیان رکھا جائے اور تسلسل سے کام جاری رکھا جائے تو انشاء اللہ اس علیم اور
فیاض کے فضل سے، کسی شک و شبہہ کے بغیر، آدمی علم الیقین سے حق الیقین تک پہنچ جائے گا اور "جمع الجمع"
(اور جمع کے بعد فرق) کی بلندی تک رسائی سے بامراد ہوگا۔ اور اللہ ہی ہر شے پر قادر ہے۔ یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ۔

سن اے بھائی، اللہ تیرے سینے کو کشادگی سے نوازے، کہ سب سے عمدہ شغل اور ذکر پوشیدہ اشیا کے کشف،
ظہورِ انوار اور اسرار سے آگہی کا ثمرہ ہے، نفی اور اثبات ہے، لیکن معانی کے فہم اور ملاحظۂ حقیقت
کی شرط پر کہ کسی آگاہ عارف کے وسیلے سے اس کے کمال تک پہنچا جا سکتا ہے۔ تمام معانی و اسرار کی تفصیل
اس مختصر (رسالے) میں نہیں سماتی۔ جو کچھ بھی مقصود ہے اختصار میں بیان کیا جائے گا، اور عارف کے لیے اشارہ ہی
کافی ہے کیونکہ عبارت مقصود و مراد سے وفا نہیں کرتی۔ خواجہ امام عبداللہ اصفہانی، جن کا تعلق سلسلۂ خواجگان سے ہے، اللہ ان
کے اسرار کو مقدس فرمائے، فرماتے ہیں:

"نفی عبارت ہے اشیا کی صورتوں کی کثرت کو اس عینِ واحد کی طرف لوٹانے سے جو
(عینِ واحد) تمام سالکوں کا مطلوب ہے، جبکہ اثبات عبارت ہے اس عینِ واحد کو
تمام صُوَر میں مشاہدہ کرنے سے اور انہیں (صورتوں کو) اس واحد کا عین دیکھنے سے۔ پس
لا الٰہ کا مطلب ہے یہ خیالی صورتیں اس کی ہستی کی غیر کہہ نفی یا عدم ہیں اور اس
ایک اصل کو لوٹتی ہیں، یعنی وہ حقیقتِ واحد ہے جو ان مختلف صورتوں میں نمایاں ہے۔ (اس قول کا) اختتام

لہذا سالک کو چاہیے کہ وہ ہر پل اور ہر وقت، کیا نیند کے وقت، کیا بیداری، کیا نسیان (بھول چوک، ہوش میں نہ ہونا) اور کیا
ہوشیاری میں، اپنے حل پر نگاہ رکھے کہ کسی بھی صورت میں غیریت کے گمان کی تاریکی اور دوئی کے خیال کی سیاہی نورِ توحید
کی پردہ دار (یعنی رکاوٹ کا باعث) نہ بن جائے۔ جب وہ کچھ عرصہ تک اس پر قائم رہے گا تو باطل کا وہم و خیال درمیان
سے اٹھ جائے گا اور کثرتِ اعتباری کا حجاب ہٹ جائے گا (اس صورت میں) جمالِ حقیقی پر حقیقت کی نظر پڑے گی
اور بے اثبات کا ثبوت رونما ہوگا اور "الآن کما کان" (وہ اب بھی ویسا ہے جیسا کہ تھا) ثابت ہو جائے گا
نیز "وکان اللہ ... الخ" (اللہ ہی تھا اور کچھ نہیں تھا) پایۂ تحقیق کو پہنچے گا۔
سیدنا و مولانا، امام العارفین شیخ فضل اللہ ابوسعید مبارک فخری، قدس سرہ العزیز، ایک بیعے

۱۔ قرآنی آیت کا یہ ٹکڑا بیسیوں مقامات پر آیا ہے۔ ۲۔ یعنی ان کثیر صورتوں کی کثرت و غیریت ایک دوسرے کی نفی ہیں
بلکہ دم ایک صورت ہیں۔ حسن ۳۔ یعنی وہی صورتِ واحد جو سب کی اصل اور سب کا منبع ہے، مختلف صورتوں
اور رنگا رنگ نقوش میں سامنے آئی اور ظہور فرما ہوئی۔ حسن

تحفے میں فرماتے ہیں، جس کا ترجمہ یہ ہے :

اے طالب اگر تو حق تک رسائی کا خواہاں ہے تو پیغمبر، صلی اللہ علیہ وسلم، کی پیروی اپنے اوپر لازم کرلے پہلے قول و فعل اور ظاہر و باطن میں، پھر وحدتِ وجود کو نگاہ میں رکھ جو کلمۂ طیبہ کا عین معنی ہے اس کا مراقبہ کر یعنی۔ اس میں کسی وقت کی تخصیص نہ ہو اور اس میں وضو کی شرط نہیں، لیکن اگر ہو جائے تو خوب ہے۔ بلکہ سوائے معنی کے نہ سانس کے باہر آنے اندر جانے کا خیال ہو، نہ حروف و الفاظ کو دھیان میں رکھا جائے، اور کوئی بات ملاحظے میں نہ آئے اور بس یہ عمل ہر حال میں، کھڑے اور بیٹھے، کروٹ کی حالت میں، حرکت اور سکون اور کھانے اور پینے (کے وقت بھی جاری رہے) ۔ مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے تو اپنی ہستی یعنی اپنے وجود کی نفی کرے اور ہستی کی نفی اس طرح کہ تو اپنی حقیقت اور اپنے باطن کو ہستی حق اور انیتہ حق (حق کی انانیت) کا غیر نہ جانے اور نفی نہ کرے مگر اس انیتہ کی اور یہ معنی ہیں "لا الٰہ" کے ۔ اس کے بعد تو ہستی حق کو اپنے باطن میں ثابت کرے اور یہ معنی ہیں "اللہ" کے ۔ اگر تو یہ کہے کہ چونکہ وجود واحد ہے اس لیے نفی کس کی کرنا ہوگی اور اثبات کس کا کرنا ہوگا، تو میں کہوں گا کہ میں غیریت اور دوئی کے خیال کی نفی کرتا ہوں جو وہم باطل ہے ۔ سو یہ تجھ پر ہے کہ تو سب سے پہلے اس وہم و خیال کو دور کرے، دوسرے ہستی مطلق کا اثبات کرے ۔ (قول ختم ہوا)

ہم نے جو کچھ تجھے بتایا، کافی ہے ۔ پس تو سمجھ لے ۔ محمد الرسول اللہ، یعنی حقیقتِ محمدی، ایسے عالم ظہور کی طرف جو نسبتِ بطون کا منبع ہے، اس کے بھیجے ہوئے ہیں ؛ اولاً اس (خدا) کی اجمال اور ابہام (مختصر اور پوشیدہ) کی صفت کے ساتھ مرتبۂ وحدت میں اور ثانیاً (دوسرے) الٰہی اسماء اور کونی اسماء میں پوری تفصیل کے ساتھ مرتبۂ واحدیت میں ؛ اور اسمائے الٰہی میں اسم جامع کہ وہ وحدت آنحضرت ہے اور تمام اسماء میں جو اس کی تفصیل ہے اور اسمائے کونی میں عینِ جامع جو مظہرِ وحدت ہے تمام اعیان میں جو اس کی واحدیت ہیں اور روحِ مطلق میں کہ وحدت ہے اور ارواح جو واحدیت ہیں اور قلبِ مطلق میں جامع جو وحدت ہے اور تمام مثالوں اور قلوب میں کہ وہ واحدیت ہے اور جسم مطلق میں کہ وہ وحدت ہے اور تمام اجسام (میں) کہ وہ واحدیت ہے علیٰ ھذا القیاس تمام اصناف اور انواع ۴. میں، جیسا کہ عارف پر ظاہر ہے ۔

پس محمد صلعم اس کے فرستادہ (بھیجے ہوئے یعنی رسول) ہیں جو ہستی کے غیب سے ظاہر ہوئے ۔ آپ نے غیب اور شہود کو آراستہ کیا، قسم قسم کے رنگوں میں ظاہر ہوئے اور خود کو ہر جگہ دیکھا ۔ ذرا دیکھو کہ کیا کہا جاتا ہے، یعنی کہ "لا الٰہ الا اللہ و محمد الرسول اللہ" ایک ہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بعض بڑوں نے کہا ہے کہ محمد الرسول اللہ، اللہ کا بدلِ کل ہیں کیونکہ لفظ بدل کے معنی نحو کے لحاظ سے، نسبت کے تابع منہ

سکے ہیں نہ کہ متبوع (پیروی کیا گیا) کے، اور ذات کی قربتوں میں اضافتیں گر جاتی اور تمام نسبت و اعتبارات اٹھ جاتے ہیں - اور سب سے پہلے نسبت حقیقتِ محمدی کی ظہور پذیر ہوئی، بلکہ اس نے اولیت اور آخریت اور بطون و ظہور کی نسبتیں اپنے متبوع کو دیں - عجیب تابع (پیرو) ہے کہ متبوع کی متبوعیت (پیروی کیے جانے کا عمل) اس کے دم سے ہے۔ وہ ذات جو وجوب کی شان میں اللہ ہے، وہ حدوث کے مرتبہ میں عبداللہ (اللہ کا بندہ) ہے :

ترجمہ شعر : یعنی کہ محمدؐ، اِلٰہ کے بدل ہیں، یہ معنی ہیں لاالٰہ الا اللہ کے

تو چاہیے کہ تو اس حقیقت سے آشنا ہو اور اس بات کو پالے کہ جو کچھ ہے کلمہ میں ہے اور انبیا و اولیا اور تمام اشیا کے کلمات ہیں ان میں اللہ کے کلمات ہیں - پس جو کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لایا وہ سب پر (ایمان) لے آیا - (مطابق انبیا کے برعکس) اور جان لے کہ اول کلمۂ احدیت ہے اور اس کا درمیانی حصہ وحدت اور واحدیت کا جامع ہے اور اس کا آخر تمام مراتب کا تمام مراتب میں ظہور ہے۔

یہ ہے حقیقی مجمل (اختصار) جس میں سب حقایق ہیں اور یہاں وقت کو تفصیل کی فرصت نہیں، خود بخود بات نمایاں ہو جائے گی - وھوالکافی (وہی کفایت کرنے والا ہے)، ھوالنور (اور وہ نور ہے) - یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ۔

(سالک کو چاہیے کہ وہ) برزخِ محمدی کے نور کو بڑے شعلے کی مانند، سر کی کھوپڑی کے اوپر سفید رنگ میں ملاحظہ کرے - مسلسل ایسا کرنے کے بعد، جیسا کہ چاہیے، نمایاں ہوگا - پھر (، جو قلب احمر کا ٹھکانا ہے) مسلسل آنکھ بند کر کے اندرونی آنکھ اس پر قائم رکھے - قلبِ صنوبری کو "ھو" کے ذکر سے "ھوالنور" کے ملاحظہ (مراقبہ) میں مشغول رکھے تاآنکہ وہ شعلہ بڑا ہو جائے اور روز بروز پھیلتا چلا جائے - جب سارا وقت، پورے پھیلاؤ سے، کسی تنگی کے بغیر، دکھائی دے یعنی مشاہدے میں آئے تو اسے اپنے بدن کی طرف متوجہ کرلے، یہاں تک کہ سر اس میں ڈھک جائے اور اسی نورانی رنگ کی صورت میں نورانی ہو جائے - اسی طرح آہستہ آہستہ سارے بدن کو اس میں داخل کر دے یہاں تک کہ وہ شعلہ عام صورت میں بدن بن جائے اور صورتِ مثالی پوری طرح عیاں ہو جائے اور روحانی وجود نمودار ہو جائے - اس کے بعد اس صورت کو اپنی حسی صورت سے الگ ملاحظہ کرے، یہاں تک کہ اس بدن سے جدا نمودار ہو جائے - سب سے پہلے ایک صورت نمایاں ہوگی - پھر وہ بہت زیادہ سیکڑوں تک جا پہنچے گی اور بعد میں مداومتِ کلام اور استفسارِ مقاصد اور کوائف عالم بھی ظاہر ہونگے[۱] - انشاء اللہ تعالیٰ - اس شغل کو "شغل النور" اور "شغل برزخ" اور "شغل صورت مثالی و خیالی" بھی کہتے ہیں - تاہم اپنی حقیقت کے ملاحظہ اور مرشدِ کامل کے وسیلے سے پوری معرفت

---

۱ - اگر کلام کے بعد و نہ ہو تو ترجمہ اس طرح ہوگا : کلام کے تسلسل کے بعد استفسار . . . . الخ - اور اگر کلام کا مداومت سے مربوط نہ ہو تو پھر " : تسلسل کے بعد کلام و استفسار . . . الخ (بیزواضح صورت حال کے سبب یہ حاشیہ دینا پڑا)

…کو معلوم ہوگا۔ اور روحانی تربیت اور انبیا و اولیاء وغیرہ کے عالم ارواح کا معاینہ اسی مقام میں ہے۔ حقیقت میں اپنی تربیت خود ہی سے ہے، کیونکہ یہ صورت مثالی ہی برزخ محمدی کی مثالِ مطلق ہے۔ شیخ بزرگ عین القضاة[1] ہمدانی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے: "رسول اکرم صلعم کو میں نے سات سو مرتبہ دیکھا تھا اور ہر مرتبہ آپ نے مجھے حقائق کی تعلیم فرمائی۔ آخرکار میں نے یہ جانا کہ ہر مرتبہ میں نے صرف خود ہی کو دیکھا" اور یہ حق ہے سچ ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

گرچہ قرآن از لبِ پیغمبر است   ہر کہ گوید حق نگفتہ، کافر است[2]

(اگرچہ قرآن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہونٹوں سے ادا ہوا ہے تاہم جو کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ حق یعنی خدا نے نہیں کہا تو وہ کافر ہے)

اس (شغل) کے کمال کے بعد اس نورِ پاک کا تصور (ملاحظہ) کرے جو بسیط ہے، بے جہت بے کیف محیط ہے، نہ نیچے نہ اوپر، نہ بائیں نہ دائیں اور نہ آگے نہ پیچھے ہے۔ اگر اس نور میں موجیں، حرکت اور روانی ظاہر ہو تو وہ نور، روحِ مطلق ہے اور اگر وہ ساکنِ محض ہو تو نورِ ذات ہے، کبھی بجلی کی طرح سفید، کبھی سخت سیاہ۔ پس اگر اس شہود و علم میں باقی ہے تو یہ واحدیت اور وحدت کا ظہور ہے ورنہ ذاتِ بحت (خالص ذات) اور ہستیِ مطلق۔ اس کی ہستیِ مطلق وحدتِ خالص ہے۔ وہ کہاں ہے، تو کہاں ہے، میں کہاں ہوں۔ یہ راز کہنے کے لائق نہیں ہے اور نہ یہ موتی پرونے کے لائق۔ مرشدِ کامل کی زبان سے معلوم ہو جائے گا۔ وھو العلیم (اور وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے)۔ یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ

— یہاں اگلے صفحہ کی عبارت (حاشیے والی) آئے گی ۔

کہ اسے "شغل اندراج" بھی کہتے ہیں۔ اور یہ شغل موقوف ہے حقیقتِ انسانی کی معرفت پر جو واحدیت کے قرب کا مرتبہ ہے اور حقیقت و وجود کے اعتبار سے تو مندرج ہے وحدت و اجمال کے حضرت میں اور ظہور و شہود کے اعتبار سے وحدت اس میں مندرج ہے۔ "الانسان سرّی و انا سرّہ" (یعنی انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا بھید ہوں) کے یہی معنی ہیں۔ پس تمام کائنات کو، یعنی ارواح و امثال اور اجسام کے عالم کو، جو کچھ بھی ہے، بلکہ عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک، جو کچھ بھی خیال و تصور میں سمائے، سب کو اپنی حقیقت میں مندرج (داخل شدہ) جا[نے] اور خود کو ایک محیط سمندر پہچانے (یعنی جانے) اور تمام موجوں اور لہروں کو، کہ وہ حوادثِ کونیہ ہیں، اس (یعنی خود) میں

۱۔ شیخ عین القضاة: ابو الفضائل عبداللہ بن محمد المیانجی، لقب عین القضاة۔ ہمدان کے رہنے والے تھے۔ محمد بن حمویہ اور امام احمد غزالی سے ان کی صحبتیں رہیں۔ عربی اور فارسی میں کئی تصانیف ان سے یادگار ہیں۔ ۵۰۳ھ/۱۱۰۹-۱۰ء میں وفات پائی۔

۲۔ یہ شعر مثنوی روم کے دفتر چہارم میں بعنوان "قصہ سبحانی ما اعظم شانی گفتنِ ابا یزید و اعتراض مریداں و جواب او مر ایشاں را بطریق زبان بلکہ ادیان" کے تحت آیا ہے۔

سمجھے اور سب میں خود کو دیکھے۔ اس مقام پر سِترِ سَریان (کسی چیز کا اپنے اجزا میں جانا) ظاہر ہوگا۔ اس کے بعد خود کو وحدت میں گم کر دے، جو سوائے ختم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے سب عارفوں کا مقامِ رسائی ہے۔

اس کے بعد واحدیت میں وحدت کے شہود کا اور وحدت میں واحدیت کے شہود کا علم حاصل ہوگا، یعنی وہ خود میں سب اشیا کو یا خود کو تمام اشیا میں دیکھے گا اور یہاں "کل شیءٍ فی کُل شیءٍ" (ہر شے، ہر شے میں ہے) عیاں ہوگا۔ وھو البصیر (اور وہ ذات دیکھنے والی ہے)۔ یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ۔

"سبحانہٗ و تعالیٰ . . ."[1] (وہ ذات پاک ہے اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے)۔ حقیقت کی معرفت کے بعد تشبیہ اور تنزیہ (پاک اور بے آلائش جاننا) اور عینِ ثابتہ کے عدم ہونے کی معرفت اور نفس اور رب کو جاننا، اس بے علمی کے شغل کی کیفیت، جیسا کہ چاہیے، معلوم ہو جائے گی۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو سراسر خالی اور محض عدم تصور کر کے اسم اور صفت کے بغیر اور ملاحظہ کے بغیر، تصور کے بغیر اور اسم و صفت اور ملاحظہ و تصور کے بغیر نیز بے کیف معطل اور کم مخمور (ہو کر) آنکھ بند کر کے اور حواس سے اس طور خالی ہو جائے کہ ظاہری اور باطنی حواس میں کسی قسم کی جنبش اور حرکت پیدا نہ ہو، بیٹھ جائے اور خیال اور خیال کے خیال سے بھی گذر جائے اور مطلق تنہائی (خالی پن) کے حصول کے بعد اپنے آپ سے مطلقاً گم ہو جائے اور گم ہونے سے بھی گم ہو جائے اور وصالِ حقیقی کی دولت تک رسائی پالے اور قرب اور دوری نیز وصل اور ہجر سے فارغ ہو جائے تاکہ "الآن . . ." (جیسا کہ تھا) (اب بھی ویسا ہے) ظہور کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں عطا کرے۔ یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ۔

"سَنُرِیھم . . محیط ٥"[2] (ہم عنقریب ان کو اپنی قدرت کی نشانیاں ان کے گرد و نواح میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی اور یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ قرآن حق ہے، تو کیا آپ کے رب کی یہ بات [آپ کی حقیقت کی شہادت کے لیے] کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے۔ یاد رکھو کہ وہ لوگ اپنے رب کے روبرو جانے کی طرف سے شک میں پڑے ہیں۔ یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو [اپنے علم کے] احاطہ میں لیے ہوئے ہے)

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ انسان، حق کا بھید اور حق اس کا بھید ہے تو اول بھی وہ ہے اور آخر بھی وہ، اور قدیم بھی ہے اور حادث بھی، مخلوق بھی ہے (یعنی پیدا کیا گیا) اور غیر مخلوق بھی، سب کا جامع اور سب کو مُحیط (گھیرنے والا)، مُطلق بھی ہے اور محدود بھی، منزّہ (آلائش سے پاک) بھی ہے اور مشبّہ (کسی کی مانند) بھی، مجمل بھی ہے اور مفصّل بھی، مقیّد بھی ہے اور مستفید بھی، باطن بھی ہے اور ظاہر بھی، مشہود بھی ہے اور شاہد بھی، کثیر بھی ہے اور واحد بھی، اسم بھی ہے مسمّیٰ بھی، مکشوف (آشکار) بھی ہے معمّا (پوشیدہ) بھی، نہ تو اس کے غرایب (انوکھی باتوں) کا شمار ممکن ہے اور نہ

۱۔ سورۂ یونس، آیہ ۱۸، اس کے علاوہ یہ ٹکڑا سورہ ہائے القصص، النحل اور الروم میں بھی آیا ہے۔

۲۔ سورۂ حٰم السجدہ، آخری دو آیات

حزب ہاشمیہ سں ۸ … یا غوث مدد … الاعظم (اردو صفحہ ۶ ملاحظہ ہو)

"الا اللہ" کے جلسہ اور محفوظ دورِ معہودکی لاانتہا ضرب (چوٹ) ۱۸ پنچ مقام تک پہنچائے۔ پھر وہاں سے سر اٹھا کر اور آسمان کی طرف لے جا کر خود میں ضرب لگائے۔ پھر زمین کی طرف جھکتے ہوئے بائیں گھٹنے پر ضرب دے۔ باقی ضربیں گھومنے کے انداز میں اسی طرح مسلسل، دو یا چار انگلیوں کے فاصلے سے بائیں گھٹنے سے لگاتے ہوئے دائیں گھٹنے پر پہنچے۔ دائیں گھٹنے سے کہنی اور دائیں کندھے سے ہو کر اور سینے سے گذر کر اور بائیں کندھے اور کہنی پر آ کر بائیں گھٹنے پر پہنچے۔ یہاں مسلسل تین ضربیں دے۔

پھر یہاں سے دورۂ ثانی شروع ہوگا۔ اسی طرح ضرب لگاتے ہوئے بائیں گھٹنے پر پھر مسلسل تین ضربیں لگائے۔

پھر بائیں گھٹنے سے ضرب لگاتے ہوئے دو گھٹنوں کے درمیان پہنچے اور دو گھٹنوں کے درمیان سے ضرب لگاتے ہوئے ناف پر سے گذر کر سینے پر پہنچے۔ اس کے بعد آنکھ بند کر کے ننانوے ناموں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے خود میں ننانوے ضربیں لگائے۔

پھر سر سے شروع کرے۔ اس ذکر میں مشغولی سے علوی اور سفلی (اسرار کا کشف) رونما ہوتا ہے اور لاانتہا سترِ میسر آتا ہے، لیکن یہ مرشدِ کامل کی زبان پر موقوف ہے۔

دو ضربی، دو ضربی کوب (چوٹ، کٹائی) میں ضرب سر کو بائیں کہنی پر لا کر زمین کے نزدیک پہنچا کر "الا اللہ" ضرب کرے (چوٹ لگائے) اور وہاں سے سر اٹھا کر "الا اللہ" کو خود میں ضرب کوب کرے۔ پھر سر کی ضرب کو دائیں کہنی پر گذار کر اور زمین کے نزدیک پہنچا کر "الا اللہ" کوب کرے (چوٹ لگائے) اور وہاں سے سر اٹھا کر "الا اللہ" کو خود میں کوب دے۔ یہ عمل مسلسل اور لگاتار کرے اس میں وقفہ نہ آئے اور ایک ہی سانس میں "جلسۂ معہود کا لاانتہا ذکر" کا دھیان رکھے۔ بائیں گھٹنے سے دائیں گھٹنے کی طرف "ھو" کہتے ہوئے، ایک ہی سانس میں، ارد گرد گھومے اور ہر دَور (گردش) میں پہلے دَور یعنی گھومنے کی نسبت کمی کرے، اور اگرچہ وہ کر سکتا ہو لیکن چونکہ سانس کے بغیر نہیں کر سکتا اس لیے پھر سے شروع کرے، تاہم مرشدِ کامل سے سند لے کر مذکورہ اذکار میں مشغول ہو تاکہ اس خیالی ہستی سے نجات پا کر کثرت میں وحدت کا مشاہدہ فرمائے۔

—x—

آپکے عجائب کا بیان ممکن :

ترجمہ شعر : اگر انسان کا سین (حرف س) درمیان سے ہٹ جائے تو اول اور آخر "آن" یعنی اس کے بغیر کچھ نہ ہوگا۔

سالک کو چاہیے کہ حقیقت کے عرفان، کہ یہ حقیقی ایمان ہے، کے بعد "شغل اکبر" میں مشغول ہو۔ یعنی سب کو خود میں دیکھے اور خود کو سب میں۔ اس کے بہت سے طریقے ہیں جو مرشد کامل کی زبان سے معلوم ہونگے۔ قدیم کے اور آخر کے بڑے بڑے اولیاء اللہ نے طالبوں کی اہلیت و استعداد کے مطابق ہدایت فرمائی ہے اور اپنی کتابوں میں اشارات بیان کیے ہیں۔ واقفِ راز اِن (اشارات) کو پالیتا ہے اور محجوب پردے میں رہتا ہے یعنی نہیں سمجھ پاتا۔ یہ نارسا (مراد مصنف) بھی ایک اشارہ کرتا ہے۔ عاقل کے لیے اشارہ ہی کافی ہے۔

اس عارف کے حق میں، جو حق نما مرشد و ہادی کے وسیلے سے دولتِ عرفان سے فائز ہوا، مناسب یہ ہے کہ وہ اپنی حقیقت، جو کہ حقیقتِ محمدی ہے، کا مشاہدہ تمام مرتبوں میں کرے، اس طرح کہ وہ خود کو وحدت اور اجمال جانے اور کائنات کو واحدیت اور تفصیل تصور کرے اور واحدیت کو عین وحدت جانے، یعنی یہ میں ہوں جو اِن تمام صورتوں میں ظاہر ہوا ہوں اپنی تفصیل کے ملاحظہ سے؛ جیسا کہ اولیا کے سردار امیر المومنین حیدرِ کرار، رضی اللہ عنہ، و (تمام لطیف و کثیف اور قدیم و حادث مظاہر میں) کرم اللہ وجہہٗ، کے کلام میں آیا ہے۔ ایک خطبہ کے دوران میں آپ نے فرمایا:

ترجمہ: "میں بسم اللہ کی ب کا نقطہ ہوں، میں خدا کا وہ پہلو ہوں جس کے بارے میں تم نے زیادتی کی۔ میں قلم ہوں، میں لوحِ محفوظ ہوں، میں عرش ہوں، میں کرسی ہوں، میں سات آسمان اور زمینیں ہوں"

یہاں تک کہ آپ ہوش میں آگئے۔ اثنائے خطبہ میں صفتِ وحدت اُمڈ آئی اور عالمِ بشریت کی طرف نزول پذیر ہوئی۔ پھر آپ نے معذرت فرمائی اور (اپنی) عبودیت اور اسماءِ الٰہیہ کے احکام کے تحت فرمان برداری کا اقرار کیا، یعنی آپ نے تمام جدید و قدیم مظاہر میں اپنی حقیقت کے ظہور کا اظہار فرمایا۔ اور یہی وہ مقام جہاں کہا گیا ہے کہ انسانِ کامل سریانِ حق کی مانند تمام موجودات میں سرایت کرتا ہے۔ "اگر تو جانے اور سمجھے تو" سریانِ حق درحقیقت سریانِ انسان ہے؛ اس لیے کہ وہ ذاتِ مطلق ظہور اور بطون سے اور سریان و کتمان سے پاک ہے۔ لہذا تمام ظہور، ظہورِ انسان ہے۔ "اگر تو انسان ہوتا اور تیری آنکھوں کی پتلیاں روشن ہوتیں تو تو دیکھ لیتا کہ بے شک وہ میرے بعید سے ہے اور اس میں نہریں اور لہریں ہیں جو چل رہی ہیں۔ بے شک اس میں اربابِ بصیرت کے لیے نشانیاں ہیں" [۱]، اور اس وقت ظاہر ہوتا ہے یہ بھید کہ وہی اول ہے وہی آخر اور وہی ظاہر اور باطن ہے اور وہی ہر شے کا جاننے والا ہے [۲]، نہیں ہے کوئی معبود اس کے سوا اور محمدؐ اس کے رسول ہیں اور نہیں ہے کچھ سوائے اس کے۔

۱- آخری ٹکڑا سورہ طٰہٰ کی آیات ۵۴ اور ۱۲۸ میں آیا ہے۔
۲- آخری حصہ قرآن کریم کی بہت سی آیات میں آیا ہے۔

اگر توفیق ساتھ دے اور نصیبہ یاوری کرے تو کسی نہایت پیچھے (رہنما) کی کفش برداری کے طفیل تھوڑی ہی مدت میں شہودِ حقیقت کے کمال پر ھ فائز ہو جائے اور یہ مخفی بھید اور پوشیدہ خزانہ عین الیقین میں نمایاں ہو اور حق کا شہود حق کے ساتھ حق میں عیاں ہو جائے اور وہی ہر شے پر قادر ہے۔

بہر حال مبتدی کے حق میں زیادہ مفید یہ ہے کہ وہ اپنی عنصری صورت میں، جو عالمِ صغریٰ ہے، انام کبریٰ حقیقتوں کو ملاحظہ کرے اور وہ اس طرح کہ وہ اپنے سر کو عرش قرار دے اور اس میں جو سات طبقے ہیں انہیں آسمان کے سات طبقے (قرار دے)، باطنی قوتوں کو ستاروں اور فرشتوں کی طرح اور اپنے پاؤں کو زمین جانے؛ اور اس کے طبقوں کے سات جسم اور ظاہری حواس اس کے فرشتے، اور شکم کو فضا کا درمیانی حصہ اور اخلاطِ اربعہ چاروں عناصر کی مانند، بالوں کو درخت اور رگوں کو بہتی ندی وغیرہ تک کا تفصیلات سے تصور کرے۔ اور اپنے جسم کو جسم الجسم (جسم کا جسم)، اپنی روح کو روح الروح، اپنے عین کو عین العین، اپنے اسم کو اسم الاسم اور اپنی ذات کو ذات الذات ملاحظہ کرے:

ترجمہ اشعار: آدمی کیا ہے برزخِ جامع ہے، خلق کی صورت میں ہے جس میں حق موجود ہے،
کل اس میں کل کی مانند، بالکل اس کی طرح ہے یا اس کا عین ہے، عین کل بالکل اسی طرح جیسے مٹی میں پانی ہو،
پانی مٹی میں ہے اور مٹی پانی میں بالکل پانی کی طرح (یا عینِ آب)؛ اس گہری بات کو سمجھ۔

اگر ایک پل یہ سعادت میسر آ جائے تو کمالِ انسانی کو پہنچ جائے:

= زاہد کی سیر ایک ماہ اور ایک سال کی راہ ہے (یعنی اسے منزلِ حقیقی تک پہنچنے کے لیے طویل عرصہ درکار ہے) جبکہ عاشق یعنی سالک ایک پل میں بادشاہ کے تخت تک پہنچ جاتا ہے۔

اور "شغلِ مبدء و معاد" کی حقیقت بھی "شغل اکبر" سے معلوم ہو جائے گی، عروج اور نزول کے طریقے سے، اس سے مبدء اور اس کی طرف معاد ہے۔ یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ۔

الحمد للہ کہ حقیقت کا آفتاب روشن ہے۔ کوئی بھی ظلمانی (تاریکی) اور نورانی پردہ اس کی آڑ نہیں بن رہا، بلکہ پردہ یا حجاب، ظہور کا موجب ہے، جس قدر بھی حجاب زیادہ اسی قدر ظہور زیادہ ہے اور جس قدر حجاب کم اسی قدر ظہور بھی بدستور کمتر۔ سبحان اللہ کہ وہ بے پردہ نہاں ہے اور پردے میں عیاں۔ صفات اور آثار کے اعتبار سے تو اس کے حجاب، اظہار کا سبب ہیں اور ذاتِ محض اور خالص ہستی کے اعتبار سے ظہور کی شدت بھی پوشیدگی کا باعث۔ لہذا ذات کے اعتبار سے ظہورِ ذات عین بطون اور صفات کے اعتبار سے بطونِ ذات بھی عین ظہور، نزول کے سبب ظہور اگرچہ بطونِ ذات ہے، تاہم یہ بطون بھی ظہور ہے اور عروج کی بنا پر ظہور کی شدت بھی بطون ہے۔ عجب ظہور ہے کہ ظہور سے پاک ہے اور طرفہ بطون کہ بطون سے منزہ

۱- آخری ٹکڑا قرآن کی کئی آیات میں آیا ہے
۲- چار خلطیں: سودا، صفرا، خون، بلغم
۳- پانی، ہوا، خاک، آگ

اگر توفیق ساتھ دے اور نصیبہ یاوری کرے تو کسی نہایت پہنچے (رہنما) کی کفش برداری کے طفیل تھوڑی ہی مدت میں
شہودِ حقیقت کے کمال پر فائز ہو جائے اور یہ مخفی بھید اور پوشیدہ خزانہ عین الیقین میں نمایاں ہو اور
حق کا شہود حق کے ساتھ حق میں عیاں ہو جائے اور وہی ہر شے پر قادر ہے -

بہرحال مبتدی کے حق میں زیادہ مفید یہ ہے کہ وہ اپنی عنصری صورت میں، جو عالم صغریٰ ہے، تمام 9
کبریٰ حقیقتوں کو ملاحظہ کرے اور وہ اس طرح کہ اپنے سر کو عرش قرار دے اور اس میں جو سات طبقے
ہیں انہیں آسمان کے سات طبقے (قرار دے)، باطنی قوتوں کو ستاروں اور فرشتوں کی طرح اور اپنے پاؤں
کو زمین جانے؛ اور اس کے سات طبقوں کے سات جسم اور ظاہری حواس اس کے فرشتے، اور شکم کا فضا کا درمیانی حصہ
اور اخلاطِ اربعہ چاروں عناصر کی مانند، بالوں کو درخت اور رگوں کو بہتی ندی وغیرہ تک کا
تفصیلات سے تصور کرے - اور اپنے جسم کو جسم الجسم (جسم کا جسم)، اپنی روح کو روح الروح، اپنے
عین کو عین العین، اپنے اسم کو اسم الاسم اور اپنی ذات کو ذات الذات ملاحظہ کرے :

ترجمہ اشعار: آدمی کیا ہے برزخِ جامع ہے، خلق کی صورت میں ہے جس میں حق موجود ہے،
کُل اس میں کل کی مانند، بالکل اس کی طرح ہے یا اس کا عین ہے، عین کل بالکل اسی طرح جیسے مٹی میں
پانی ہو،
پانی مٹی میں ہے اور مٹی پانی میں بالکل پانی کی طرح (یا عینِ آب)؛ اس گہری بات کو سمجھ -
اگر ایک پل یہ سعادت میسر آ جائے تو کمالِ انسانی کو پہنچ جائے :

= زاہد کی سیر ایک ماہ اور ایک سال کی راہ ہے (یعنی اسے منزل حقیقی تک پہنچنے کے لیے طویل عرصہ
درکار ہے) جبکہ عاشق یعنی سالک ایک پل میں بادشاہ کے تخت تک پہنچ جاتا ہے -

اور "شغلِ مبدء و معاد" کی حقیقت بھی "شغل اکبر" سے معلوم ہو جائے گی، عروج اور نزول
کے طریقے سے، اس سے مبدء اور اس کی طرف معاد ہے - یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ -

الحمدُ للہ کہ حقیقت کا آفتاب روشن ہے - کوئی بھی ظلمانی (تاریکی) اور نورانی پردہ اس کی آڑ نہیں
بن رہا، بلکہ پردہ یا حجاب، ظہور کا موجب ہے، جس قدر بھی حجاب زیادہ اسی قدر ظہور زیادہ ہے اور جس قدر
حجاب کم اسی قدر ظہور بھی بدستور کمتر - سبحان اللہ کہ وہ بے پردہ نہاں ہے اور پردے میں عیاں - صفات
اور آثار کے اعتبار سے تو اس کے حجاب، اظہار کا سبب ہیں اور ذاتِ محض اور خالص ہستی کے اعتبار سے ظہور
کی شدت بھی پوشیدگی کا باعث - لہذا ذات کے اعتبار سے ظہورِ ذات عین بطون اور صفات کے اعتبار
سے بطونِ ذات بھی عین ظہور، نزول کے سبب ظہور اگرچہ بطون ذات ہے، تاہم یہ بطون بھی ظہور ہے اور عروج
کی بنا پر ظہور کی شدت بھی بطون ہے - عجب ظہور ہے کہ ظہور سے پاک ہے اور طرفہ بطون کہ بطون سے منزہ

---

۱ - آخری ٹکڑا قرآن کی کئی آیات میں آیا ہے
۲ - چار خلطیں : سودا، صفرا، خون، بلغم
۳ - پانی، ہوا، خاک، آگ

وہاں نہ تو ظہور سماتا ہے اور نہ بطون کی کوئی گنجائش۔ وہی جانتا ہے جس کی راہنمائی نور مقدس کرتا ہے، نہ (ارکان) راستہ ہے، نہ (ارکان) راہ نما، نہ بادشاہ نہ گدا۔ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اختتام۔

پس یہ ثابت ہوگیا کہ ظہور اس کا ظہور ہے اور بطون اس کا بطون، کیونکہ ہر شے کا ظہور، حقیقت میں اس حقیقت کا ظہور ہے۔ سو سالک کو چاہیے کہ وہ ہر نفس اسم ذات کو "ھو الظاہر" "ھو الباطن" کے ملاحظہ سے، سانس کے دخول اور خروج کے مطابق، نزول اور عروج کے تصور سے، جو چار مرتبہ ہوتا ہے، عمل میں لائے۔ اور اگر نفس یعنی سانس کے دخول اور خروج کو پیش نظر رکھے بغیر اسی طرح کرے تو بہت جلد مقام جمع تک پہنچ جائے گا اور بحر فنا میں غرق ہو جائے گا، یعنی وہی ہے میرا ظاہر اور میرا باطن، میں وہ ہوں، وہ میں، بلکہ نہ میں نہ وہ۔ باخبر ہو جا کہ کیا کہا جا رہا ہے۔ قلم پھٹ رہا ہے اور دل جل رہا ہے۔ میں کہہ نہیں سکتا، میں چھپا نہیں سکتا۔ بڑے بڑے عارفان حق نے اپنی زندگی اس شغل میں گذار دی یہاں تک کہ خود کو خود سے چھڑا دیا۔ حضرت قادریہ عالیہ، اللہ ان کے اسرار کو پاک فرمائے، اصرار اور اہتمام کے ساتھ یہ عمل بجا لانے کی پوری پوری تاکید فرمائی ہے۔ اور سالکوں نے پابندی اور تسلسل کے ساتھ اس ذکر اکبر (عمل کرکے) اور مخفی خزانے سے بے انتہا ثمر اور لاتعداد فائدے حاصل کیے ہیں۔

نورانیت حال کی مکمل وضاحت کے بعد (سالک کو) چاہیے کہ وہ خود کو ذات میں محو کرے اور اس بے رنگ اور لامحدود ہستی کی طرف متوجہ کرے، اس حد تک کہ خود کو اس میں گم سمجھے، جس طرح نمک پانی میں محو ہو جاتا ہے اور یہ جانے کہ اوپر اور نیچے اور دائیں اور بائیں اور ظاہر و باطن کسی احاطہ کی اضافت کے بغیر محیط ہے اور خود کو یوں سمجھے جیسے قطرہ دریا میں ہو اور اس کے دل میں جو بھی رنگ اور تعین گذرے اسے محو اور لاتعین کر دے اور ذات کی محویت میں رہے، نیز اپنی صفات کو اس کی صفات میں محو کر کے اس کی صفات کو ذات میں محو کر دے (یعنی اول ذات میں) اور اس طرح مشغول ہو کہ جیسے خود، خود میں مشغول ہے:

کہ : وہ درمیان سے اٹھ گیا اور بس خدا رہ گیا، خدا

بلکہ مشغولیت کو درمیان سے اٹھا دے:

"ہم سے ہم کب جدا ہوگا میں اور تو چلے گئے اور خدا رہ گیا۔

جناب ولایت مآب حضرت سید الاولیا (ولیوں کے سردار)، عارفوں کی سند، شاہ و گدا کے قبلہ، غوث صمدانی، محبوب سبحانی، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اپنے مبارک کلام میں اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

"الحمد للہ کہ میں گویا مینڈک ہوں، میرے نیچے پانی ہے اور اوپر پانی ہے، میرے دائیں جانب پانی ہے اور میرے بائیں جانب پانی ہے اور میں پانی ہوں"۔ پس سمجھ لے۔

اس شغل کو "محویت" کہتے ہیں۔ سالک کو چاہیے کہ وہ پورا پورا اہتمام کرے اور جس طرح بھی اس سے ممکن ہو تعین اور تقید کا پردہ درمیان سے اٹھا دے اور یہ یقین رکھے کہ تقید سراسر اطلاق ہے، وہی اطلاق (کھولنا، رہا کرنا، رواں کرنا) ہے جو تقید (اطلاق کی ضد) کی صورت میں ظاہر ہوا، جب کہ تعین ایک ایسا امر ہے

جس کا تعلق عدم اور اعتبار سے ہے جس میں سوائے علمی اور خیالی وجود کے اور کچھ نہیں ہے۔ جب تقید درمیان سے اٹھ گیا تو اطلاق کی وجہ عیاں ہوگئی۔ اور وہ (سالک) ظاہر کو عین باطن جانے اور ظاہری حواس میں محسوسات سے متعلق جو کچھ بھی رونما ہوا ہے یہ جانے کہ یہ وہی مطلق ہے جو تنزل کے اعتبار سے ان صورتوں میں جلوہ گر ہوا۔ " و للہ المشرق والمغرب ... الله " (اور اللہ ہی کے لیے مشرق و مغرب ہے اور جدھر بھی تم رُخ کرو ادھر اللہ کا رخ چہرہ پاؤ گے) ۔ اور معقولات و تخیلات اور حقیقتوں، وہموں اور خیالوں میں سے جو کچھ بھی دل میں سمائے یقین کرلے کہ وہی ہے جو گوناگوں پیرایوں میں نمودار ہوا۔ "واعلموا أن الله ... قلبه" (اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ ۹-
آدمی اور اس کے قلب کے درمیان آڑ بن جایا کرتا ہے) ۔ جہاں کہیں وہ کوئی صفت دیکھے اسی کی صفت (سمجھ کر) دیکھے کہ جس نے اطلاق کی بلندی سے تقید کی پستی یا نشیب میں ظہور فرمایا اور عین تنزل میں جو ہستی محض کی وجہ سے ہے، کمال اسماء، جو بے شمار کثرت کے ظہور کے سبب علمی طور پر اور عینی طور پر ناقابل تصور ہے، پورے طور پر حاصل ہے۔ " و للہ الاسماء الحسنیٰ " (اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں) ۔ لہٰذا ہر اسم اس کا اسم ہے، بلکہ عین حسنیٰ ہے کیونکہ وہ اسی ذات کا اسم ہے جو بعض صفات کے ساتھ ماخوذ ہے۔ اور ہر فعل اس کا فعل ہے، "وما رمیت ... رمیٰ" (اور وہ خاک کی مٹھی آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی) ۔ اور ہر صفت اس کی صفت ہے اور وہ سمیع ہے بصیر ہے اور علم ہے قدیر ہے اور وہ حی ہے، نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے ہر شے، یفعل ما یرید، واللہ یفعل ... یشرکون (وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ٹھیک فرماتا ہے اور وہی راستہ دکھانے والا ہے، اور نہیں چاہتے تم مگر اللہ چاہتا ہے؛ اور لوگوں کو کوئی اختیار نہیں، اور جو وہ شرک کرتے ہیں اللہ اس سے پاک ہے) ۔ سمع اور بصر، علم اور حیات، کلام اور ارادہ اور قدرت سب کچھ اسی پر منحصر ہے۔

سو تو آنکھ کھول (اور دیکھ کہ) سمیع (سننے والا)، بصیر (دیکھنے والا)، علیم (جاننے والا) حی (زندہ و قائم) کلیم (کلام یا بات کرنے والا) قدیر (صاحب قدرت) اور مرید (ارادہ کرنے والا) کون ہے اور موجود کیا ہے؟ تو کون اور کیا ہے:

= ہر جگہ یار کا جلوہ ہے کیا مسجد میں اور کیا کلیسا میں، ہر جگہ محبوب کا گھر ہے کیا دوزخ اور کیا بہشت میں۔

جس کی طرف تو رخ کرے تو نے اس (ذات اقدس) کی طرف رخ کیا ہوگا، اور جس کسی کو تو دل دے وہ تو نے دراصل اس کو دیا ہوگا:

= حق، بتوں کی شکل میں عاشقوں کا رہزن ہے، نہیں بلکہ حق تمام آفاق میں عیاں ہے،

= وہ چیز جو عالم کے تقید کی رو سے ہے، خدا کی قسم وہ وہی اطلاق کی وجہ سے ہے۔

اور اللہ ہر شے پر گواہ ہے۔ [8]

اگر تیری چشم بصیرت وا ہو تو سب سے پہلے تیری نظر اپنی حقیقت پر پڑے گی جو (حقیقت) نیستی ہے اور

۱- سورہ البقرہ، آیہ ۱۱۵ کا ایک حصہ۔ مخطوطہ میں فاینما کی بجائے واینما ہے۔
۲- سورۂ الانفال، آیہ ۲۴ کا ٹکڑا ۳- سورہ الاعراف، آیہ ۱۸۰ کا ٹکڑا۔ حسن نے اس سے مراد کمال اسماء لیا ہے۔
۴- الانفال، آیہ ۱۷ اور دوسری منتورات ۵- مختلف سورتوں کے ٹکڑے ۶- سورۂ البقرہ آیہ ۲۵۳ اور سورۃ الحج
۷- سورۂ القصص آیہ ۶۸ کا سے اقتباسات ۸- سورۃ البروج آیہ ۹ کے علاوہ بعض دوسری سورتوں میں بھی معمولی فرق کے ساتھ آتا ہے

خیالی ہستی کا پندار یعنی تصور و گمان پورے طور پر اٹھ جائے گا۔ ہاں غفلت کا پردہ مقصود کے شہود میں رکاوٹ ہے۔ ذرا غور و فکر کر کے اس بات کو پا لے کہ تیری ذات یعنی ہستی نہیں ہے، نہ تیری صفات ہیں اور نہ تیرے افعال۔ تو پھر ہستی کا خیال کس لیے ہے اور اس کے توابع یا متعلقات کا اثبات کس کے لیے ہے؟

اور یہ جان لے کہ احکام اور آثار کے رنگ میں رنگی ہوئی ان صورتوں میں، خارج میں وہی وجودِ حضرت ہے اور ان مختلف آئینوں میں روشن اس کی حقیقت کی صفات اُن کی صورتوں کے ہر آئینے کی اہلیت کے مطابق ناظر پر واضح ہیں اور ہر غائب اور حاضر کی حاضر (سامنے، مخاطب) :

= کون یعنی وجود و ہستی کے اعداد اور صورت کی کثرت سب ظاہر کی چیزیں ہیں، ہر واحد میں پوری شان کے ساتھ روشن ہیں۔

اگرچہ عینِ ظہور میں وہ تمام مشاہدے میں ہے ظہور اور بطون سے پاک ہے:

= اگرچہ ظاہر اور نہاں میں اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے، اپنی ذات میں وہ نہ عیاں ہے نہ نہاں۔

لہٰذا حقیقت میں، بحرِ احدیت میں غوطہ لگانا چاہیے تاکہ وہم اور پندار و تصور اور اس کے رفع سے نجات حاصل ہو اور توحیدِ الٰہی سے "الآن کما کان" (وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا) کی حقیقت ثابت ہو جائے:

= وہ حُسن کی کان موجود تھی، دنیا کا کوئی نام و نشان نہ تھا۔

"اَللّٰھم اَرِنا . . . با لماھی" (اے ہمارے رب ہمیں اشیا کی حقیقتیں جیسی کہ وہ ہیں دکھا اور ہمیں لہو و لعب سے محفوظ فرما)۔ یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ۔

وہی شاہد ہے اور وہی مشہود۔ تجلّیِ ذات دو قسم کی ہے۔ پہلی قسم "عبارات" ہے۔ اگرچہ وہ عبارت اور اشارت سے مبرّا ہے، یہ ہستیِ مطلق کے تسلط اور احدیت کی سطوت و عظمت کے غلبے سے (عارف کے باطن پر) قہر کی صورت میں (نازل ہوتی ہے)، اس طور کہ صوری اور معنوی (ظاہری اور باطنی) حجاب اور ظلمانی اور نورانی تجلیات کی چادر (رکاوٹ) کو پورے طور پر اٹھا دیتی ہے اور نسبت، اعتبارات اور اضافات کو دفعتاً نابود کر دیتی ہے اور یوں علوم اور فہم کی رسوم مٹ جاتی ہیں اور نورِ ذات کی شعاعوں سے اس خیالی اعتباری ہستی کے خس و خاشاک کو جلا کر رکھ دیتی ہے۔ نہ کوئی صفت رہتی ہے نہ اسم، نہ ادراک نہ علم، نہ وجہ رہتی ہے نہ رسم، نہ روح نہ جسم، نہ طالب نہ مطلوب، نہ محبّ نہ محبوب۔ انانیت (میں ہونا، انا) کے آثار نابود ہو جاتے ہیں اور دوئی کی رسوم فنا ہو جاتی ہیں۔

ہاں ذات کے معاملے میں نہ علم سماتا ہے اور نہ علم بہ علم، نہ علم عدمِ علم سے۔ اس مرتبے میں وجود اور قِدم اور حدوث اور عدم کا کوئی نشان نہیں ہے۔ وہ سب سے پاک اور منزّہ ہے اور تقدیس اور تنزیہ سے بھی منزّہ ہے۔ الآن کما کان (ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا) اور وہ واحدِ قہار ہے۔ جب اللہ قادر یا سامنے آ جائے تو علیٰ قادر یا باطل ہو جاتا ہے، نہ صحو رہا نہ محو، نہ عینیت نہ غیبیت (ظاہر اور غائب) اور نہ غیریت، نہ وحدت نہ کثرت،

۱۱/۱۷

نہ شک رہا نہ یقین ، نہ معرفت نہ دین ، نہ کفر نہ ایمان ، نہ وجدان نہ عرفان ، نہ شہود نہ وجود ، نہ کشف نہ نمود ، نہ عابدیت (عابد ہونا) نہ معبودیت ، نہ ساجدیت (سجدہ کرنے کا عمل) نہ مسجودیت ، نہ قاصد نہ مقصود ، "ویبقیٰ ..... لہٗ اثر • (اور آپ کے پروردگار کی ذات باقی رہ جائے گی جو عظمت اور احسان والی ہے¹ - جب حادث ، قدیم کے قریب ہوتا ہے تو وہ نہیں رہتا اور نہ اس کا نشان باقی رہتا ہے) - اُس کو اُسی سے لے لیتا ہے اور اسے اُوئی (وہ ہونا) اور توئی (تو ہونا) سے نجات دلا دیتا ہے :

= جس کا دستور فنا اور فقر ہوا اسے نہ صحو ہوتا ہے نہ محو ، نہ شک نہ یقین (یعنی ان سب سے پاک ہوتا ہے) وہ علم ، جہل ، حقیقت اور مجاز ، کشف ، حجاب اور کفر و دین سب سے بے نیاز اور ماورا ہو جاتا ہے -

جس مقام میں وجوبی علم نہیں سماتا وہاں بھلا علم حادث کی سمائی کیونکر ہوگی - "انسان کامل" میں فرماتے ہیں ، ترجمہ یہ ہے : (یہ کتاب عبدالکریم جیلی کی تصنیف ہے - یزدانی)

• صحیح معنوں میں حق سبحانہٗ کا کمال عبارت ہے اس کی ماہیت سے جو جس کا ادراک ممکن نہیں - لہذا اس کے کمال کی کوئی انتہا نہیں ہے اور نہ نہایت - پس وہ سبحانہٗ تعالیٰ اپنی ماہیت سے باخبر ہے اور یہ جانتا ہے کہ وہ ماہیت علم اور ادراک میں نہیں سما سکتی ، نہ اسے معلوم ہے اور نہ اس کے غیر کو - از رُوئے ذات جیسی کہ وہ ہے ، وہ اُس کے نفس میں ہے ، یعنی اس کی ماہیت کے ادراک کی اجابت اس کو اس کے کمالِ احاطہ کے استحقاق کے لیے ہے اور جہل کے نقصان سے پاک (ہے) - وہ اس سے بلند ہے ، بلندی اور عظمت کے لحاظ سے - اور اس کی اپنے آپ سے نفیِ ادراک (لاعلمی) اس کی کبریائی اور لا انتہائی کی بنا پر ہے ، اس لیے کہ صرف مُنتہا (جس کی انتہا ہو) کا علم ممکن ہے اور غیر مُنتہا (جس کی کوئی انتہا نہ ہو ، لا انتہا) کا ادراک محال ہے اور اس کی کوئی انتہا نہیں ہے - سو تو سمجھ اور پا لے کہ یہ مسئلہ بشدتِ اخفا کے سبب ، فہم کے قدموں کے پھسلنے کا مقام ہے اور خواص کی حیرت کا باعث ، عوام کی تو بات ہی چھوڑو" - اخت

عارف پر مخفی نہیں ہے کہ اس کا علم (اپنی ذات سے متعلق) ذاتِ خالص میں نہیں ہے بلکہ اس کے تعیّن کی شان میں تعینِ اول ہے جو تمام وجوبی اور امکانی شانوں کا جامع ہے اور یہ اجمال اور ابہام (اختصار اور پوشیدگی) میں ہے جو حضرتِ علم ہے ، کیونکہ ذات کے مرتبہ میں ، ذات کا علم سے تعلق نہیں ہے ، وہاں کمال اور نقصان (کمی یا کوتاہی) نہیں سماتا ، اثبات اور نفی کی بات کیا کرنا! اور یہ پوشیدہ راز و حقیقت ہے جسے سوائے صالح ولی کے کوئی نہیں جانتا - چونکہ یہ (مقام) بے عبارت ہے اس لیے عبارت میں تفصیل نہیں دی جا سکتی اور اشارے میں اشارت نہیں فرمائی جا سکتی - اور وُہی ہر شے کو جاننے والا ہے² -

تجلّی سے مراد اسمِ جامع اللہ ہے جو ایک وجہ سے تو فقط اسمِ ذات ہے اور ایک وجہ سے اسمِ ذات

۱- سورہ الرحمان ، آیہ ۲۷ ۔ ۲- قرآن کریم کی کئی آیات میں یہ ٹکڑا آیا ہے .

ہے تمام صفات کے ساتھ یا دوسرے ذاتی اسمائے (ذاتیہ)[1] کے ساتھ جیسے غنی، قدوس وغیرہ۔ اور چونکہ حضرت الٰہیہ، حضرت جمع ہے اس لیے اس کی معین صورت نہیں ہے اور تجلی ذات نہ ہوگی مگر عبد کی صورت پر جو متجلی لہٗ (اس کے لیے روشن کیا ہوا[2] جس پر جلوہ ہو) ہے اور یہ اس کی اہلیت کے مطابق ہوگی، کیونکہ یہ حضرت سب اعیان کا آئینہ ہے۔

لہٰذا اس میں عبد کی صورت ظاہر ہوگی استعداد و اہلیت کے مطابق، چنانچہ اعیان[3] اس کے احکام کے ظہور کے لیے[4] اہلیتِ ذات اور اپنی قابلیتوں کے مطابق، حق کے آئینے ہیں، اور عبد کی صورت کے بغیر تجلیِ ذات محال ہے، کیونکہ مُتجلی (آشکار ہونے یا روشن ہونے والا یا جلوہ گر) اور متجلی لہٗ کے درمیان نسبت کے بغیر صفتِ ظہور کے ظہور کا امکان نہیں ہے اور (اس میں) شک نہیں ہے کہ جلوہ گر وجودِ مطلق کسی جزئی اسم اور خاص صفت میں مقید نہیں ہے؛ تو لازماً اس کے ظہور کا آئینہ، مناسبت و نسبت کی رُو سے، اسمائے معینہ کی عبودیت کی اور متخصص قیود کی بندگی کی قید سے خالص و پاک ہوگا، بجز اس قید اور تعین کے جو اس کی ذات کا تشخص ہے اور اس کے تمام اعتبارات سے اس کا مُمیّز (برتری دینے والا) ہے، کیونکہ اگر یہ تعین بھی درمیان سے اٹھ جائے تو اس کے متجلی (جس پر تجلی ہو) کی ذات فانی اور نیست و عدم ہو جائے گی۔ اور ہماری گفتگو عبد یعنی متجلی لہٗ کی بقا کے ساتھ اسمائے ذاتیہ کی تجلی کے بارے میں ہے۔ اس لیے کہ یہ تجلی، قہر کے طور پر نہیں ہے جو رسوم اور علوم کی صفت کو فنا کرنے اور مٹانے والا ہے۔

ہاں یہ لازم قید اس کے اطلاق کی بُرائی کرنے والی نہیں ہے، کیونکہ ماہیت کا یہ تعین اس کا اضمحلال (نیستی) ہے اور ماہیت کی صفت کا اطلاق ہے۔ پس جب مکمل نسبت حاصل ہوگئی تو تعیناتِ زائدہ کے بند قیود سے خلاص کے سبب، عبد اور اس کے رب کے درمیان تجلیِ ذات رونما ہوگئی اور در حقیقت وہ آئینۂ حق میں اپنی صورتِ عینِ ثابتہ کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتا۔ (اور یوں) شہودِ کمال حاصل ہوگیا جس سے برتر کسی درجے کا تصور نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ استعدادِ کُلّی جو اس کے عینِ مطلق کا کے لائق و شایاں ہے، اسی تجلی کی خواہاں اور متقاضی ہے اور بس۔ اور قلبِ حقیقت محال ہے[3] اور تمام کی نیستی کا موجب:

اگر یک سرِ موی برتر پرم — فروغ تجلی بسوزد پرم[4]

(اگر میں ایک بال برابر بھی اوپر اڑوں تو تجلی کی روشنی میرے پر جلا دے گی)

پس جان لے اور یقین کے ساتھ دیکھ لے کہ اس نے حق کو نہیں دیکھا ہے اور ممکن بھی نہیں ہے کہ وہ اسے دیکھ پائے اور طرفہ (یعنی عجیب) تو یہ ہے کہ وہ پورے یقین کے ساتھ نہیں، اندازے اور خیال و تصور کے ساتھ تو نہیں جانتا ہے کہ اس نے سوائے آئینۂ حق میں اور کہیں اپنی صورت نہیں دیکھی ہے۔ ہاں خیالی صورت، جو وجود سے بہرہ ور نہیں ہے، اپنی ذات میں، جو نہیں ہے، کیونکر قیام پذیر ہوگی اور خود کو کس طرح "خود" میں، کہ اس

۱۲ کا خود نہیں ہے، ظاہر کرے گی۔ اور وہ ذات جو اس صورت میں ظاہر ہوئی، اس کا اس صورت کے علاوہ

۱۔ یعنی مرتبۂ جمع، جمعِ صفات و اسما بشمیت (حسن) ۲۔ وہم و خیال ۳۔ اس تجلی سے برتر تجلی محال ہے (حسن) ۴۔ معراج کے واقعے کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت جبرئیل نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "کی رہنمائی کرتے ہوئے اپنے آخری مقام پر حضور سے معذرت کی تھی اور اس قسم کا جملہ کہا تھا۔

دیکھنا غیر ممکن ہے، اگرچہ وہ وجودِ مطلق کا حصہ ہے؛ اور یہ ہر کسی پر واضح ہے کہ اس کی حقیقت کا آئینہ موہومہ خیالات کے زنگ سے مصفا اور عرفان و وجدان کی صفا سے تابناک ہوا ہے۔ اور اگر تو یہ چاہتا ہے کہ حاسۂ بصر یعنی ظاہری آنکھوں سے تو اس حقیقت کو دیکھے جانے تو پھر ذرا آئینے میں دیکھ۔ جس وقت بھی تو اس میں اپنی صورت دیکھے تو تو آئینے کو نہ دیکھ پائے گا اپنے یقین کے باوجود، حالانکہ تو اپنی صورت اس

۱۸ آئینے کے سوا اور کسی میں نہیں دیکھ رہا اور تیرا اسی آئینے کی اس صاف و صیقل جگہ کو دیکھنا جو تیری صورت[1] کا مقام ہے، غیر ممکن۔ اس لیے کہ آئینے کا حصہ بھی آئینۂ مطلق کا حکم رکھتا ہے۔ سو آئینہ نہیں دیکھا جا سکتا بجز آئینے سے۔ آئینے کا ظہور و شہود ہماری نسبت سے اس صورت سے ہے اور صورت کا وجود آئینے سے ہے؛ کیونکہ وہی آئینہ ہے جو خاص شکل سے متکیف (لذت پذیر) ہوا ہے اور آئینے کے غیر کا وجود نہیں ہے۔ اگر تو صورت سے قطع نظر کرے اور نظرِ محض آئینہ پر ڈالے تو صورت نظر سے محو ہو جائے گی اور آئینہ بھی منظور (نظر آیا، دیکھا گیا) نہ ہوگا بلکہ نظر بھی محو اور مُقفیٰ (رِقفا یا پیچھے ہونا) ہوگی۔ ہاں، جس نے نہیں چکھا، اس نے نہیں جانا اور جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا۔ یہ نارسا (نہ پہنچنے والا، یہاں مصنف نے ازراہِ انکسار یہ لفظ استعمال کیا ہے) کہتا ہے، یا لے:

ای آئینہ بین بہ بین کہ منظورِ نظر　　آئینۂ تست یا کہ عکسِ منظر
در آئینہ عکسِ تو ہمان آئینہ است　　بی رنگ، برنگِ تست محسوسِ بصر

= اے آئینہ دیکھنے والے دیکھ کہ نظر سے دیکھا گیا تیرا آئینہ ہے یا کہ منظر (دیکھنے کی جگہ) کا عکس،
= آئینے میں تیرا عکس وہی آئینہ ہے جو بے رنگ ہے لیکن تیرے رنگ سے نظر کو محسوس ہوا ہے۔

اسی طرح انسانِ کامل جب کمال کو پہنچ گیا اور پیدا شدہ قیود اور نئی نئی پیدا ہونے والی پیش آمدوں یا حاجات سے نجات پا گیا تو اس پر وہ وجود جلوہ گر ہوتا ہے جس کی ماہیت، قیدِ تعین میں ہے مشخص اور معین ہو جاتی ہے کمالِ اطلاق سے جو اس سے مخصوص ہے، اور یہی ذاتِ حق کی تجلی ہے جو اس پر ہوتی ہے اور زیادہ کا امکان نہیں ہے۔ اور یہ حق کا دیکھنا ہے جو اس کی طاقت کے مطابق ہے "لا یکلف.... وسعہا"[2] (اللہ تعالیٰ کسی کو بھی اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا) اور در حقیقت یہ خود کو دیکھنا ہے اور بس۔ "من عرفہ.... ربہ"[3] (جس نے اپنے اپنی ذات کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا) کے یہ معنی ہیں۔

متن شعر:

ترجمہ = آئینے کے بغیر کوئی صورت موجود نہیں ہے، صورت کے بغیر کوئی آئینہ بھی مشہود نہیں ہے،
= حقیقت میں آئینہ خود صورت ہے، خود کو خود دیکھا اور خویش (خود، اپنا) کو خویش دکھایا۔

پس یہ بات صحیح ثابت ہو گئی کہ حق کو دیکھنا اپنے عین کو دیکھنا ہے اور در حقیقت عین بھی اس کا عین ہے، کیونکہ عین اس کی شانوں میں سے ایک شان اور اس کے اسماء میں سے ایک اسم ہے، اور کوئی

۱۔ یعنی جس وقت آئینے کی سطح پر صورت کا عکس پڑتا ہے تو باقی آئینہ مشہود ہو جاتا ہے، ورنہ آئینے کا رنگ نہیں ہوتا اور بے رنگ کو دیکھنا محال ہے، تو چونکہ صورت کے عکس سے باقی آئینہ معلوم ہو گیا تو گویا بس آئینہ آئینے سے دیکھا گیا۔ (حسن)
۲۔ سورۂ البقرہ، آیہ ۲۸۶
۳۔ جیسا کہ پہلے ایک حاشیے میں ذکر ہوا اسے یحییٰ بن معاذ کا قول بتایا گیا ہے

اسم، مسمیٰ کے بغیر نہیں ہے :

= تو ہی اسم ہے اور تو ہی مسمیٰ، عقل اس معما پر حیران رہ گئی ہے ۔

(تمام کائنات پر)

یہی وہ مقام ہے جہاں بعض موجودات کو بعض موجودات پر فضیلت و برتری حاصل ہے اور انسان کی
بزرگواری اور ارجمندی ثابت ہے، اس لیے کہ اس کا عین تمام عیون کا جامع ہے اور اس کی شان تمام شانوں ۱۴
میں شامل ۔ نیز عارفوں کے سردار اور خاتم الانبیاء، آپ پر سب سے اچھے درود نہایت کامل سلام ہوں،
کے درجے کی بلندی اور مرتبے کی رفعت واضح و روشن ہو گئی۔ جیسا کہ آپؐ نے حق کو دیکھا کسی نے نہ دیکھا
اور جس نے حق کو دیکھا اس نے آپؐ میں (حق کو) دیکھا، اس لیے کہ تمام اعلیٰ اور ادنیٰ آپؐ ہی کی شانیں
اور آپؐ ہی کے اسماء ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: "آدم اور جو کوئی اس کے سوا ہے وہ میرے جھنڈے تلے ہے"۔ اور
سوائے آپؐ کے کسی نے حق کو نہیں دیکھا اور جس کسی نے آپؐ کو دیکھا اس نے حق کو دیکھ لیا، اور اس طرف
آپؐ نے اشارہ فرمایا ہے، آپؐ کے قول مبارک کے مطابق: "جس نے مجھے دیکھا بیشک اس نے حق کو دیکھا"۔ پس حق
کی پیروی کر، اور حق زیادہ لائق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ جس نے اللہ کی اطاعت کی اس نے رسولؐ کی
اطاعت کی اور جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی ۔

اور یہ بھی جان لے کہ تیرا رسولؐ کو دیکھنا، جو تیرے مطلق ہیں، تیری صورت کے مطابق ہے" اور تو
نہیں دیکھتا ہے آپؐ کو مگر خود کو، اور تو نہیں دیکھتا خود کو مگر آپؐ میں ۔ پس آپؐ کو دیکھنا خود کو دیکھنا ہے اور خود
کو دیکھنا آپؐ کو دیکھنا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ بعض متقدمین اکابر، بعض ثقہ حضرات سے منقول ہے کہ: "تو ہی وہ
ہے اور تو ہی محمدؐ" ۔ اگر تجھ میں فہم ہے تو سمجھ، وگرنہ جو جی میں آئے کہہ۔ جو چاہے اللہ پر ایمان لائے جو چاہے
انکار کرے ۔ بلاشبہ قرآن حق مبین ہے :

آنچہ می گویم بقدرِ فہم تست ؎۱ (جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ تیرے فہم کے مطابق ہے
مُردم اندر حسرتِ فہم درست — میں تو صحیح فہم کی حسرت میں مر گیا)

پس حقیقتِ محمدی کو تجھ سے ربوبیت کی نسبت ہے اور تجھے عبودیت کی نسبت ۔ اگر تو نے اپنے عین اصلی
پر زائد قیود سے اور اپنی استعدادِ کلی سے نجات پالی تو تو ذاتِ محمدی کی تجلی کو، جو نوعِ ثانی ہے، پائے گا ۔
جب کہ ذاتِ محمدی کی نوعِ اول صرف ہلاک و فنا اور عدم ہونے کا باعث ہے اور بس :

ترجمہ شعر = شہر میں یہ کہہ دو کہ یا تو رہے یا میں رہوں، کیونکہ دو آدمیوں کے سبب مملکت کا معاملہ انتشار کا
شکار ہو جاتا ہے ۔

" تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ولایت اللہ حق کے لیے ہے، پس جان لے کہ حقیقتِ محمدیہ کی کیا شان ہے اور وہی ہر بات
کا جاننے والا ہے[۲]، البتہ ہم اس بات کی طرف رجوع کرتے ہیں جو ہم میں ہوتی ہے ۔ اور یہ با کمال مثال حق تعالیٰ نے عارفوں

---

۱ - یہ شعر مثنوی رومی کے تیسرے دفتر میں آیا ہے ۔ "قصۂ دقوقی و کراماتش" کے ذیلی عنوان "پیش رفتن دقوقی بامامت آن قوم" میں ملاحظہ ہو ۔

۲ - "اور وہی ... والا ہے" قرآن کریم میں بیسیوں مقامات پر آیا ہے ۔

سے مقدور ہیں کہ ہے جو عین (عارفوں) کی چشم بصیرت ذات و صفات کے مشاہدہ کے نور سے منور ہو گئی ہے اور جو معرفت
کمال پر ہیں کہ جو ہیچ کے مدد فرق کا شرمندہ ہے، اپنے ہیں کہ اگرچہ ان کی مقدس ہستیوں کو یہ مثال کی حاجت نہیں ہے کیونکہ
ظاہر اور عیاں ہے کہ پوری کسی نسبت و بالا ہونے والے نشان و علامت اور دلیل و برہان کی ضرورت نہیں رہتی، لیکن یہ
(روحانی) منزل ہے ۔ بہر حال با خبر طالبوں اور سالکان راہ کی تعلیم کے لیے، سنت الٰہی کے مطابق جو قرآن (سے بیان کردی)
مجید (قرآن مجید) میں قائم ہے، مثال کا دینا زیادہ مفید ہے ۔ اور اس مثال میں پورے پورے غور و خوض
کے بعد کامل یقین کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ آئینہ دیکھنے والے نے، اپنی صورت کے معائنے میں، صرف اپنی
صورت کو دیکھا ہے اور آئینے کو نہیں دیکھا، اگرچہ وہ یہ جانتا ہے کہ اس نے صرف آئینے میں خود کو دیکھا ہے اور اس
کا [illegible] آئینہ دیکھنا اپنی صورت دیکھنا ہے، اور آئینہ دیکھنا صورت کے بغیر محال ہے ۔ سو یہ مثال (بہت) مقصود
کے (زیادہ) قریب ہے جو فائدہ کیا گیا ہے ۔

شیخ اکبر (اللہ ان کے نہایت ظاہر بھید کو پاک فرمائے) (اپنی کتاب) فتوحات[1] میں فرماتے ہیں کہ در حقیقت
صورت کا ادراک بھی تمام وجوہ میں نہیں ہے، جیسی کہ وہ ہے، وہ ہے، بلکہ کسی (پائی) وجہ سے مدرک ایسی
گم نہیں ہے، اس لیے کہ صورت کا دیکھنا آئینے کے مطابق ہے ۔ اگر آئینہ چھوٹا ہے تو صورت چھوٹی نظر آئے گی
اور اگر بڑا ہے تو بڑی ۔ تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے اپنی صورت کو نہ دیکھا اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے
کہ اس نے اپنی صورت دیکھی ۔ پس وہ اپنے قول میں نہ سچا ہے نہ جھوٹا ۔ سو یہ بیان (سمجھ) کہ صورت
کیا ہے اور اس کا مسئلہ کہاں ہے اور اس کی شان کیا ہے ۔ پس وہ صورت (غیر حقیقی) ہے اور ثابت بھی، موجود
بھی ہے اور معدوم بھی، مجہول (نامعلوم) اور معلوم بھی، حق سبحانہ تعالیٰ نے مثال دینے کی خاطر اسے اپنے
بندے کو دکھایا ہے تاکہ وہ تحقیق سے جان لے کہ جب وہ تاکا عاجز ہو گیا اور حیران ہے تو خالق کے معاملے
(اس کی ذات سے، جو حقیقت ہو دے عیاں ہے، حقیقت کے ادراک میں)
میں وہ اور بھی زیادہ جاہل، عاجز اور حیران ہو گا ۔
ان کے کلام کے ترجمے کا اختتام ۔

ای در تو نہان ہا و عیان ہا ہمہ ہیچ ‍ ‍ ‍ پندار یقین ہا و گمان ہا ہمہ ہیچ
از ذات تو نشان کسی بتواند داد ‍ ‍ ‍ کاینجا کہ توئی نشان ہا ہمہ ہیچ[2]

(اے کہ تیری ذات ایسی ہے جس میں تمام ظاہر اور پوشیدہ چیزیں ہیچ ہو کر رہ گئی ہیں ۔ یقینوں اور گمانوں کے
یہ پندار سب ہیچ ہیں ۔ تیری ذات کے بارے میں کوئی نام و نشان نہیں بتایا جا سکتا، کیونکہ جہاں تو ہے وہاں سب
کچھ ہیچ ہے) ۔

پس [illegible] چاہیے کہ تو خود کو جانے، یہ نہیں کہ حق کا جاننا [illegible] اور تو خود کو دیکھے کہ یہی حق کا دیکھنا ہے ۔
وہ [illegible] اپنی ذات کو پہچاننے میں [illegible] ہے ۔ بے شک ہستی مطلق تیری صورت میں جلوہ گر نہیں ہوئی

۱- فتوحات: الفتوحات [illegible]
[illegible]

۲- یہ رباعی ابوسعید ابوالخیر [illegible]
رباعیات ابوسعید ابوالخیر [illegible] ص ۲۱ [illegible]

ہو سکے مقدر میں کی ہے۔ جن (عارفوں) کی چشم بصیرت ذات و صفات کے مشاہدہ کے نور سے منور ہوئی ہے اور جو معرفت کے کمال پر، کہ جمع کے بعد فرق کا ثمرہ ہے، پہنچے ہیں، اگرچہ ان کی مقدس ہستیوں کو مثال کی حاجت نہیں ہے، کیونکہ ظاہر اور عیاں کے بعد کسی نیست و نابود ہونے والے نشان و علامت اور دلیل و برہان کی ضرورت نہیں رہتی، یعنی جو سورج چراغ سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ بہر حال باخبر طالبوں اور سالکانِ راہ کی تعلیم کے لیے، سنّتِ الٰہی کے مطابق جو فرقانِ حمید (قرآن مجید) میں قائم ہے، مثال کا دینا زیادہ مفید ہے۔ اور اس مثال میں پورے پورے غور و خوض کے بعد کامل یقین کے ساتھ معلوم ہو جاتا ہے کہ آئینہ دیکھنے والے نے، اپنی صورت کے معائنے میں، صرف اپنی صورت کو دیکھا ہے اور آئینے کو نہیں دیکھا، اگرچہ وہ یہ جانتا ہے کہ اس نے صرف آئینے میں خود کو دیکھا ہے اور اس کا آئینہ دیکھنا اپنی صورت دیکھنا ہے، اور آئینہ دیکھنا صورت کے بغیر محال ہے۔ سو یہ مثال اس مقصود کے زیادہ قریب ہے جو قصد کیا گیا ہے۔

شیخ اکبر، اللہ ان کے نہایت ظاہر بھید کو پاک فرمائے، (اپنی کتاب) "فتوحات"[1] میں فرماتے ہیں کہ درحقیقت صورت کا ادراک بھی تمام وجوہ میں نہیں ہے، جیسی کہ وہ ہے، وہ ہے، بلکہ کسی یا ایک وجہ سے مُدرک (سمجھی گئی) نہیں ہے، اس لیے کہ صورت کا دیکھنا آئینے کے مطابق ہے۔ اگر آئینہ چھوٹا ہے تو صورت چھوٹی نظر آئے گی ۱۲

اور اگر بڑا ہے تو بڑی۔ تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے اپنی صورت کو نہ دیکھا اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے

کہ اس نے اپنی صورت دیکھی۔ پس وہ اپنے قول میں نہ سچا ہے نہ جھوٹا۔ سو یہ پہچان (سمجھ) کہ صورت کیا ہے اور اس کا مقام و محل کہاں ہے اور اس کی شان کیا ہے۔ پس وہ صورت بھی غیر حقیقی ہے اور ثابت بھی، موجود بھی ہے اور معدوم بھی، مجہول (نامعلوم) اور معلوم بھی، حق سبحانہٗ تعالیٰ نے مثال دینے کی خاطر اسے اپنے بندے کو دکھایا ہے تاکہ وہ تحقیق سے جان لے کہ جب وہ عاجز، بھولا بھٹکا اور حیران ہے، تو خالق کے معاملے میں، امکانیات سے، جو مشہودِ عالمیاں ہے، حقیقت کے ادراک میں وہ اور بھی زیادہ جاہل، عاجز اور حیران ہوگا۔ ان کے کلام کے ترجمے کا اختتام:

ای در تو عیانہا و نہانہا ہمہ ہیچ   پندار یقین ہا و گمانہا ہمہ ہیچ
از ذاتِ تو مطلقاً نشان نتوان داد   کانجا کہ توئی نشانہا ہمہ ہیچ[2]

= (اے کہ تیری ذات ایسی ہے جس میں تمام ظاہر اور پوشیدہ (اشیا) ہیچ ہو کر رہ گئی ہیں۔ یقینوں اور گمانوں کا پندار سب ہیچ ہیں۔ تیری ذات کے بارے میں کچھ بھی نام و نشان نہیں بتایا جا سکتا، کیونکہ جہاں تو ہے وہاں سب کچھ ہیچ ہے)۔

پس چاہیے کہ تو خود کو جانے، کیونکہ یہی حق کا جاننا ہے اور تو خود کو دیکھ کر یہی حق کا دیکھنا ہے۔ وہ اپنی ذات کو دیکھنے میں تیرا آئینہ ہے۔ جب تک ہستیِ مطلق تیری صورت میں جلوہ گر نہیں ہوتی

۱۔ فتوحات: الفتوحات المکیہ، حضرت محمد بن علی بن محمد معروف بہ محی الدین ابن عربی کی مشہور کتاب ہے۔ ابن عربی کا نسب حاتم تک پہنچتا ہے اور ان کا مولد اندلس ہے۔ فتوحات اور فصوص الحکم ان کی دو معروف کتابیں ہیں جن پر بعد میں کئی حواشی لکھے گئے۔ عرفان سے متعلق یہ دونوں کتب بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ ابن عربی نے عرفان اور حکمت اشراقی کو باہم ملا دیا ہے اور مسئلہ وحدت کو عقلی قواعد، علمی اصولوں اور استدلال سے واضح کیا ہے۔ ان کی وفات ۶۳۸ھ / ۱۲۴۰ء میں ہوئی۔

۲۔ یہ رباعی ابو سعید ابو الخیر کی ہے، ملاحظہ کریں "رباعیات ابو سعید ابو الخیر" مرتبہ مولوی غلام محمد الوہری۔ ظفر بک ڈپو لاہور، ۱۹۳۷ء، ص ۲۱، رباعی نمبر ۱۱

۱۲۷ تیرا نہ علم میں وجود ہے اور نہ عین میں۔ جب حق نے تیرے حضرت علم میں تجلی فرمائی تو ان کے اعیان و کمالات کو وجودِ علمی اور ثبوتِ خیالی میسر آیا اور اسی طرح حضرت عین میں۔ پس وہ تیرا آئینہ ہے علم اور عین میں کیونکہ تیری نمود داری (ظاہر ہونا) اس سے ہے بالکل اسی طرح جس طرح صورت کی نمود داری آئینے سے ہے؛ اور تو اس کا آئینہ ہے کہ دونوں عالم میں اس کے اسما اور احکام کی نمود داری تجھ سے ہے، جیسا کہ (آپ نے) علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام، فرمایا: مومن آئینہ ہے مومن کا۔ تو یہ بات واضح اور ثابت و محقق ہو گئی کہ یہ جو صوفیۂ صافیہ میں عام طور پر مشہور ہے کہ خلق آئینہ ہے حق کا اور حق آئینہ ہے خلق کا، تو یہ تین وجہ سے ہے — اول مرتبۂ علم میں، کہ علم اعیان کا جو اس کی معلومات ہیں، آئینہ ہے اور وہی علم ہے جو ایک اعتبار سے معلوم ہے اور معلومات سب اس سے قائم اور اس میں نمود دار ہیں؛ اور آئینۂ علم میں اعیان کے قرار پکڑنے کے بعد وہی اعیان اسماء و صفات کے آئینہ ہیں، کیونکہ خیالی صورتیں جو اپنی اپنی حقیقتوں کے مطابق صفات کی مظاہر ہیں، سب صفات ان (خیالی صورتوں) میں اپنی اپنی استعداد و اہلیت کے مطابق نمود دار ہوئی ہیں، جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے اگر تو چاہتا ہے کہ اس حقیقت کو خود میں دیکھے تو اپنے علم کے مطابق ملاحظہ کر خود کو صورِ علمیہ میں انسانی اور حیوانی صورتوں وغیرہ سے، تاکہ اشتباہ پوری طرح سے رفع ہو جائے۔ دوم (مرتبۂ عین میں وجود کے اعتبار سے) اعیان کا آئینہ ہستی مطلق ہے کہ سبھی اس میں پورے طور پر نمود دار ہوئے ہیں اور اس کے وہ عارض ہیں اور اس سے قائم:

ترجمۂ شعر = میں اور تو ذاتِ وجود کے عارض ہیں، ہم وجود کے فانوس کی جالیاں ہیں۔

اور خلق، اعتباری مجازی وجود کے بعد آئینۂ حق ہے شہود کے اعتبار سے، جن (شہود) میں اسما و صفات کا جمال اہلِ بصیرت کا مشہود (دیکھا گیا) ہے، بلکہ ہر محجوب (پردے میں رہنے والا، پوشیدہ) کا منظور (نظر کیا گیا، دیکھا گیا) ہے، وہ اسے خواہ جانے یا نہ جانے، جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے: (حدیث قدسی) "میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں، سو میں نے خلق کو پیدا کیا۔"

سوم: خلق، حق کا آئینہ ہے مرتبۂ علم میں کہ ان کی نمود داری اس سے ہے اور علم اور معلوم (جانا گیا) اور عالم اس حضرت میں نہیں ہے، اور تعداد اعتباری ہے۔ اور حق مرتبۂ عین میں خلق کا آئینہ ہے کیونکہ اگر ہستی اعیان کی صورت میں جلوہ گر نہ ہو تو ان کا وجودِ رسمی میں صاحبِ صفت ہونا ممکن نہیں ہے۔ پس حق نے ان کے لوازم، آثار اور احکام کے رنگ میں رنگ کر ظہور فرمایا اور جب تو حقیقت میں دیکھے تو وہ اپنا آئینہ آپ ہے:

ترجمۂ شعر: اس کی غیرت نے غیر یعنی اپنا ماسویٰ دنیا میں نہ چھوڑا، بلا شبہ وہ تمام اشیا کا عین ہو گیا یا بعینہٖ تمام اشیا ہو گیا۔

(ہر ظاہر ہر آیا ہے) ۱۹

یہی وجہ ہے کہ حضرت سید عالم علیہ السلام (رحمہا) فرماتے ہیں: "میری مثال ایک صیقل شدہ آئینے کی سی ہے
دیکھنے والے دیکھتا ہے جو کچھ اس میں ہے"۔ یہ سمجھنا چاہیے کہ ناظر یعنی دیکھنے والا ۱۷
کون ہے، جو دیکھا گیا وہ کون ہے اور آئینہ کون ہے اور یہاں ظاہر اور مظہر متحد ہیں:

گویند دل آئینہ آئین، عجب است — در وی رخ شاہدان خودبین عجب است
در آئینہ روی شاہدان نیست عجب — خود شاہد و خود آئینہ شد این عجب است [1]

(کہتے ہیں کہ دل آئینے کی مانند ہے، عجیب بات ہے، اس میں خودبیں حسینوں کا چہرہ، تعجب کی بات ہے
آئینے میں شاہدوں یا حسینوں کا چہرہ ہونا اچنبھے کی بات نہیں، اچنبھے کی بات تو یہ ہے کہ وہ خود ہی شاہد
ہوا اور خود ہی آئینہ)

اور زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ اعیان میں اس کے ظہور اور اس میں اعیان کے ظہور کے باوجود اعیان اسی طرح
اپنی عدمیت صرف (سراسر فنا و عدم کا عمل) اور اصلی نیستی پر ہیں، ان میں ہستی کا کوئی نام و نشان نہیں، اور
وجود کی کوئی بو (خوشبو) ان کے دماغ میں نہیں پہنچی، "ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا"۔ اسی طرح حضرت وجود نامتناہی
شانوں کے باوجود اپنے اطلاق و صرافت (خالص ہونا) پر ہے: "اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی اور شے نہ تھی
اور وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا:

ترجمہ اشعار: "ممکن" نے عدم کی تنگ وادی سے سامان نہ نکالا، "واجب" نے عدم کی جلوہ گاہ میں قدم نہ رکھا،
= میں حیرت میں ہوں کہ پھر یہ عجیب نقش کیا ہے جو صورت کی لوح پر آیا ہے اور خاص و عام
کا مشہود ہے،
= ہر ایک پوشیدہ ہے لیکن ایک دوسرے کے آئینے سے اپنے احکام کے جلوے سے مقصود و مراد
اٹھائی یعنی پائی،
= شراب پوشیدہ اور جام نہاں ظاہر ہوا، جام میں شراب کا عکس ہے تو شراب میں جام کا عکس
چونکہ ایک، دوسرے میں نقش ہے اس لیے ہر واحد کا آئینہ دوسرے کے لیے زیادہ روشن
ہے اور یہاں یہ معلوم ہوا کہ ظہور عین بطون ہے تو بطون عین ظہور، اس لیے کہ وہ عین ظہور میں باطن
محض کے مجلی [2] اور متنوع آئینوں میں ہے اور اپنے اطلاق کی صرافت (خالص ہونا) پر ہے۔ درحقیقت ظہور مرتبہ
میں موجبِ بطون ہے اور تعینات کا اٹھ جانا اور اعتبارات کا خلاصہ ظہور کا باعث نہیں ہے۔

اسی طرح مظاہر کے مختلف لباسوں میں تلبیس عین ظہور ہے اور قسم قسم کے رنگوں سے پاک اور منزہ ہونا (مشاہدے کے)
عین بطون ہے:

رخسارِ تو بی نقاب دیدن نتوان — دیدار تو بی حجاب دیدن نتوان [2]
مادام کہ در کمال اشراق بود — سرچشمۂ آفتاب دیدن نتوان

ا- یہ رباعی بھی ابوسعید ابوالخیر کی ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب مذکور، ص ۷، رباعی نمبر ۲۹

۲- ایضاً، ص ۵۶، رباعی نمبر ۳۲۱

(= تیرا چہرہ نقاب کے بغیر دیکھنا ممکن نہیں ، تیرا دیدار حجاب کے بغیر نہیں ہو سکتا جب وہ (سورج) اپنی روشنی کے کمال پر ہوتا ہے تو سرچشمۂ آفتاب کو دیکھا نہیں جا سکتا - پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے نور کے مظاہر میں خود کو چھپا رکھا ہے ؛ وہ پردے میں عیاں ہے اور بے پردہ پوشیدہ ہے -
(یا : جو اپنے نور کے مظاہر کے پردے میں ہے)

یعنی اپنی ذات میں پنہاں ہے اور اپنی صفات میں آشکار اور عیاں ، اور چونکہ ذات فقط ایک ذات ہے اس لیے ہر جگہ پوشیدہ ہے اور مخفی ، اور چونکہ صفات ہر جگہ وہی صفات ہیں اس لیے ان کے مطابق ہر جگہ عیاں ہے ! معلوم - اصل ذات اس کی ذات ہے اور صفات اس کی صفات ہیں ، وہ وہ ہے ، نہیں کوئی معبود مگر وہ ، محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور نہیں ہے وہ مگر وہ :

با گل رخِ خویش گفتم ای غنچہ دہان   ہر لحظہ مپوش چہرہ چون عشوہ گران
زد خندہ کہ من بعکسِ خوبان جہان   در پردہ عیان باشم و بی پردہ نہان [1]

(= میں نے اپنے پھول ایسے چہرے والے محبوب سے کہا : "اے کلی ایسے دہن والے تو پہیلی ناز و ادا کرنے والوں کی طرح ہر پل اپنا چہرہ نہ چھپا" وہ ہنس دیا [اور کہنے لگا] کہ "میں دنیا کے حسینوں کے عکس میں ، پردے میں عیاں ہوں اور پردے کے بغیر چھپا ہوا ہوں" [بعکس کے معنی برعکس کے بھی ہو سکتے ہیں])

اور وہ ہر شے کو احاطہ کیے ہوئے ہے [2] -

بیدار ہو کہ اس مختصر (رسالے) میں طویل تفصیل کی گنجائش نہ تھی لیکن چونکہ یہ شغلِ آخر ، جو کامل عارفوں اور واصل کاملوں کی منتہا ہے ، اس حقیقتِ کبریٰ کے کشف پر موقوف تھا اس لیے ناچار بعض حقائق کے بیان پر اکتفا کرنا پڑا - اور عاقل کے لیے اشارہ ہی کافی ہے -

ضروری ہے کہ کمر ہمت پوری طرح باندھ کر اول کسی حق نما عارف سے اس حقیقت کی تحقیق پوری تفصیل سے اس طور کرے کہ کسی قسم کا کوئی شبہ اور کھٹکا باقی نہ رہے اور کمال درجے کا علم الیقین حاصل ہو جائے اس کے بعد اس شغل میں جو راہنما پیروں کی اسناد سے پہنچا اور تحریر ہوا ہے ، مستغرق ہو جائے ، بلکہ شاہد اور مشہود ایک ہو جائیں اور (اس شغل کو) اس تسلسل اور پابندی کے ساتھ ایسے جاری رکھے کہ شاہدِ حقیقت کا چہرہ ہو بہو مشہود ہو جائے اور وہم و گمان اور پندار کا حجاب بالکل اٹھ جائے - "ذالک ... الکبیر" [3]
(یہ اس سبب سے یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق یعنی ہستی کامل ہے اور اللہ کے سوا جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں وہ بالکل ہی لچر ہیں اور اللہ ہی عالیشان اور سب سے بڑا ہے)

اگرچہ یہ اسرار ، جو مردوں ، عاشقوں ، مستوں اور عاشقوں کے بعید ہیں ، لکھنے سے قلم پھٹنا اور

---

۱ - ابو سعید ابوالخیر کی رباعی ہے - صفحہ ۵۶ ، رباعی نمبر ۳۲۵ ، اس میں عشوہ گران کی بجائے عشوہ دہان (عشوہ دینے یعنی کرنے والے)
۲ - سورۂ حم السجدہ کی آخری آیت میں یہ ٹکڑا اس طرح آیا ہے : "الا انّہ بکلّ شیءٍ محیط" -
۳ - سورۂ الحج ، آیہ ۶۲ - "و ان ما ..." یہی ٹکڑا سورۂ لقمان آیہ ۳۰ میں بھی آیا ہے -

دل کانپتا ہے لیکن اہلیت (واستعداد) والے طالبوں کا جذب اور بڑے بڑے عالی مرشدوں کا حکم اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ اس کے اظہار میں ایک پل کی بھی فرصت کو ضائع کیا جائے ۔ سننا اور اطاعت کرنا اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے اور اس کے لیے جو ہم میں اولی الامر ہے ۔ یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ ۔

سن سن اے بھائی! اس عظیم الشان شغل کے بہت سے طریقے ہیں ۔ مرشدوں سے سند حاصل کر کے تسلسل اور پابندی کے ساتھ کرنا چاہیے تاکہ مقصودِ اعلیٰ جو جمع الجمع کے مقام میں فنا ہونے سے عبارت ہے، جلد سے جلد ہاتھ لگ جائے ۔ تمام شانوں اور ظہور و بطون کے حضرت جامع علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"مومن آئینہ ہے مومن کا"۔ پہلے مومن سے مراد حق ہے اور دوسرے سے مراد انسان ۔ اور اس کے برعکس بھی درست ہے، جیسا کہ تو نے جان پہچان لیا ۔

سو چاہیے کہ آئینہ اپنے سامنے رکھ کر تو دونوں ابروؤں کے مابین ایک سیاہ نقطہ ڈالے اور نظر اس نقطے پر جما دے اور تو اس قدر محو و مستغرق ہو جائے کہ اس نقطے کے سوا کوئی اور شے نظر نہ آئے ۔ نقطۂ ذات کے ملاحظہ سے، جو حضرات کے دائروں کا سرچشمہ ہے، تا آنکہ وہ نقطہ آئینے کے بغیر دکھائی دینے لگے ۔ اس دولت کے حصول کے بعد تو اس حد تک کوشش کرے کہ وہ نقطہ چشمِ بصیرت کی نظر سے غائب نہ ہو ۔ کچھ دیر/عرصہ بعد وہ نقطہ پھیل کر سیاہ دائرے کی صورت میں ظاہر ہوگا ۔ اپنی موہوم ہستی کو اس دائرے کی طرح تصور کر کے دائرے کو نقطے میں گم کر دے ۔ مراقبے کے دوران ہستیِ حقیقی کا غلبہ برق کی مانند تجلی کرے گا اور وہم و پندار کا خس و خاشاک جل جائے گا ۔

اگر دائرہ سرخ رنگ یا زرد یا کسی اور رنگ میں ظاہر ہو تو صوری تجلیات آفتاب کی مانند رونما ہوں گی ۔ وہ بھی مرتبۂ فنا کو پہنچا دے گا، اور اگر نقطے کو دائرے میں گم کر سکے تاکہ عالموں کی ظہوری تجلیات، کہ فنا کے بعد بقا کا نتیجہ ہیں، پورے طور پر ظہور پذیر ہوں اور سرِ سریان (باہم مل جانے کا راز) آشکار ہو جائے تو یہ ابدی سعادتوں کا موجب ہے :

ترجمۂ شعر : یہ سعادت ہر کسی کو میسر نہیں آتی (اور جسے آتی ہے تو وہ بھی) ایک عمر کے بعد اور صرف ایک پل کے لیے ۔

شبلی، قدس سرہٗ العلیٰ، (اللہ ان کے بلند بھید کو مقدس فرمائے) فرماتے ہیں: خوش بختی ہے اس کے لیے جسے اپنی عمر میں ایک پل کو میسر آ جائے ۔

ہشیار ہو کہ کیا کہا جا رہا ہے ۔ سندِ آخر :

آئینہ اپنے روبرو رکھ کر اپنی صورت مثالی یعنی مادی یا جسمانی صورت پر نظر جما دے یہاں تک کہ صورت آئینے کے بغیر بھی نظر آنے لگے ۔ جب یہ سعادت میسر آ گئی تو اس عظیم اللہ کے خزانے کا در کھل گیا ۔ اسی تصور کو مسلسل پابندی کے ساتھ جاری رکھے تاکہ وہ ہر جگہ نمودار ہو جائے ۔ اس ملکہ و مہارت میں دوام کے بعد متعدد جگہوں پر بھی ایسا ہوگا اور اس صورت کا ظہور ہر شے کی صورت میں ہو سکے گا اور وہ (سالک) خود ہر جگہ دیکھ سکے گا اور سب کو خود میں (دیکھ سکے گا) ۔ اس کے بعد توحیدِ الٰہی کا راز آشکار ہوگا، کیونکہ اس کی صورت حق کی صورت ١٧

مراد حضرت شیخ ابوبکر شبلی ۔ کنیت ابوبکر، نام جعفر ۔ شیخ جنید کے مریدِ خاص تھے ۔ مرشد نے انہیں "قوم کا تاج" قرار دیا ۔ مالکی مذہب تھے ۔ اصل ان کی خراسان سے اور مولد بغداد ہے ۔ بعض نے ان کا مولد سامرہ لکھا ہے اور اصل فرغانہ کا ایک موضع سروشنہ لکھا ہے ۔ ابتدا میں خلیفۂ وقت کے حاجب الحجاب تھے ۔ اٹھاسی برس کی عمر میں بمقام بغداد فوت اور معروف دفن ہوئے ۔ سال وفات، شب جمعہ، ٢٧ ذی الحجہ ٣٣٤ھ / اگست ٩٤٦ء

ہے کہ "آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا"۔ "حق[۲۲] آئینۂ خلق ہے اور خلق آئینۂ حق" کا راز ظاہر ہو جائے گا اور تفصیل اس کی شیخ کی زبان سے ہے۔

سندِ آخر: آئینے میں اپنی صورت تمام نقش و نگار اور حرکات و سکنات کے ساتھ دیکھ اور جان کہ اس صورت کا حقیقی وجود نہیں ہے اور اس کے تمام نقش و نگار اور افعال و آثار دیکھنے والے سے متعلق ہیں۔ اسی طرح یہ جسمی صورت بھی ظِل (سایہ) ہے، یہ وجود اور وجود کے توابع یعنی متعلقات صاحبِ ظِل سے ہیں اور یہ خیالِ محض ہے اور اعتبارِ فقط۔ پس جان لے کہ ذات، حق کی ذات ہے اور سمع و بصر وغیرہ سے متعلق تمام صفات اس کی صفات ہیں:

ترجمۂ اشعار: سب ارواح، اعیان کا ظِل ہیں، ارواح کا ظِل ہیں سب کے سب اشباح (دور سے صاف نظر نہ آنے والے جسم)،

= پھر اعیان، حق کے اسماء کا ظِل ہیں، پھر اسماء، ذاتِ مطلق کا ظِل ہیں،

= جب تجھے معلوم ہو گیا کہ تو کس کا ظِل ہے تو تو فارغ ہے اگر تو مر جائے یا زندہ رہے۔

اور ظِل حقیقت میں صاحبِ ظِل کا عین ہے اور فرق اعتباری ہے اور اعتبارات کا کوئی اعتبار نہیں ہے جیسا کہ صاحبِ جان اعتبار پر یہ مخفی نہیں ہے۔

سندِ آخر: صورت جو آئینے میں نمودار ہے، وہ درحقیقت سطحِ آئینہ کے سوا کچھ نہیں ہے، جو (سطحِ آئینہ) دیکھنے والے کی صورت کے تشخص سے مکیّف ہوتی ہے اور صرف آئینے کا وجود ہے، صورت اس کی عارض ہے اور اس کا ظہور صرف صورت سے ہے۔ پس آئینے پر غور و خوض کرے کہ ہستیِ مطلق آئینے کی مانند ہے اور اس پر صورتیں عرض کی حامل ہیں۔ سو صورت کو آئینے میں گم کرے، سوائے آئینے کے مشہود نہ رہے گا اور مقیّد، مطلق ہو جائے گا اور یقینی طور پر معلوم ہو جائے گا کہ ربِ روح وہی مالکوں کا مالک ہے اور بس۔ وہ قسم قسم کی تجلیات کی صورتوں میں ظاہر ہے اور حقیقتِ متحدہ سے باطن ہے۔ وہی ظاہر ہے وہی باطن۔ ہر وقت آئینے کے ساتھ نیند میں، بیداری میں، مستی میں اور ہوشیاری میں آنکھ کھول کر اور بند کر کے یہ جان کہ میں ایک خیالی صورت سے زیادہ نہیں ہوں۔ ہستیِ مطلق کے آئینے میں اس نسبت اور ان کے آئینے سامنے ہونے کے سبب، کہ وہ بھی میرے نہیں ہیں، میری نمود ہوتی ہے۔ جس وقت یہ محاذات اٹھ گئے، میری یہ نمود بھی اٹھ جائے گی، میں نہیں ہوں، میں نہیں رہا ہوں، اور میں نہ ہوں گا، میں فانیِ محض ہوں اور معدومِ صرف۔ جب تو کچھ عرصہ تک پابندی سے اور مسلسل ایسا کرے گا تو عینِ ثابتہ اور اصل عدمیت سے ملحق ہو کر عدم کے وسیع میدان میں، اعتباری فکرمندیوں کے گزند کے بغیر، ٹہلے گا، نیز وہمی خیالات (جن کا کوئی وجود نہیں) کی قید کی تنگی سے نجات پا کر کمالِ حقیقی سے شرف پائے گا۔

اس مقام کی تحقیق کے بعد تمام عالموں کو اطلاق کے آئینۂ واحد میں ایک نقش شدہ صورت جان اور اسی ملاحظے سے اس کی عدمیت (عدم ہونا) کی حقیقت کو بھی وجودِ بے بود (ایسا وجود جس کا حقیقت میں کوئی وجود نہ ہو) اور نمودِ بے نمود (ایسا ظہور جو حقیقت میں نہ ہو) کے تخیل سے، اپنے وہم سے بھگا دے یعنی دور کر دے تاکہ "کل شیئ ہالک الا وجہہ"[۱] (ہر شے فنا ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے) صحیح ثابت ہو جائے اور "کل من ...

۱۔ سورۂ القصص، آیہ ۸۸ کا ایک ٹکڑا

... والاکرام[۱] (روئے زمین پر جو کچھ ہے فنا ہو جائے گا اور صرف آپ کے رب کی ذات جو عظمت والی اور احسان والی ہے، باقی رہ جائے گی) کا بھید بالکل کھل کر اور واضح طور پر معلوم ہو جائے، نیز "سنریھم ... انہ الحق"[۲] (ہم عنقریب ان کو اپنی قدرت کی نشانیاں ان کے گرد و نواح میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ قرآن حق ہے) کی حقیقت منکشف ہو جائے اور "لا الٰہ الا اللہ" (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں) کا معمّا پورے کشف کے ساتھ حل ہو جائے۔ جو کچھ گم ہوا وہ ظاہر ہو جائے اور جو کچھ ظاہر ہوا وہ گم ہو جائے۔ اور وہ (سالک) بے زبانی کی زبان سے "لمن الملک ... القہار" (آج کے دن کس کی حکومت ہوگی، بس اللہ ہی کی ہوگی جو یکتا اور غالب ہے)[۳] کا نغمہ گائے اور "وللہ ما فی السمٰوات وما فی الارض"[۴] (اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اللہ ہی کے لیے ہے) کا ترانہ بے کان کے کان میں سنے، اس طرح جلی اور خفی شرک سے نجات میسر آئے اور توحیدِ حقیقی اور کمالِ یقین سے بامراد ہو اور "شہد اللہ انہ لا الٰہ ... الحکیم"[۵] 18 (اور گواہی دی اللہ نے کہ) (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور فرشتوں نے بھی اور اہلِ علم نے بھی گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور معبود بھی ایسا جو اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں ہے، وہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے) - یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ -

سندِ آخر (دوسری سند، یا ایک اور سند): عین آئینہ دیکھتے وقت نظر اپنی صورت سے اٹھا لے اور وہ اس طرح کہ صورت درمیان سے محو اور گم ہو جائے اور نظر صورت پر نہ پڑے اور آئینے کی سطح پر، جو بے رنگ ہے، ٹکٹکی باندھے ، اگرچہ بے رنگ آئینے پر نظر پڑنا صورت کے وسیلے کے بغیر محال ہے لیکن مسلسل عمل سے صورت قطعاً دکھائی نہ دے گی اور آنکھوں میں مشہود نہ ہوگی اگرچہ وہ (آئینے سے) غائب نہ ہوگی اور بالکل محو نہ ہوگی، اس لیے کہ وہ صورت آئینہ دیکھنے کی شرط ہے اور "جب شرط مٹ گئی تو مشروط بھی ہٹ گیا (مٹ گیا)"۔ جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ اس شہودِ مطلق سے آشنا ہو جائے مقید میں تو وہ مطلق کو شہود اور مقید کے بغیر دیکھے گا:

ترجمہ رباعی: قد اور خوبصورتی کے لطف سے تو کیا کرے گا یعنی تجھے کیا فائدہ اور گھنگھریالی زلفوں کی زنجیر سے تو کیا کرے گا
ہر طرف سے جمالِ مطلق روشن ہے، اے بے خبر تو مقید حسن سے کیا کرے گا۔

پوری ریاضت کے بعد عنایتِ ایزدی سے، آئینے سے ایک پھیلا ہوا محیط سیاہ نور ظاہر ہوگا جو ظاہری اور باطنی حواس کو پوری طرح معطل کر کے ہستیِ مطلق کی قید سے رہائی دلا دے گا اور تجھے تجھ سے لے لے گا یہاں تک کہ مشعوریت کو شعور نہ رہے گا بلکہ عدمِ شعور سے متعلق علم و معرفت بھی درمیان سے بالکل اٹھ جائے گا - مصرع: 9

ترجمہ: اگر تو سیاہ دیکھے تو نورِ ذات ہے

---

۱ - سورہ الرحمٰن آیات ۲۶، ۲۷ ۲ - سورہ حٰم السجدہ، آیہ ۵۳ کا ٹکڑا

۳ - سورہ المؤمن، آیہ ۱۶ کا ٹکڑا ۴ - سورہ لقمٰن، آیہ ۲۶ کا ٹکڑا ۵ - سورہ آل عمران، آیہ ۱۸، [illegible]

[illegible] - اصل آیت یوں شروع ہوتی ہے: "شہد اللہ انہ لا الٰہ ... الخ" اس کے مطابق ترجمہ یہ ہے: گواہی دی اللہ نے - یہ بھی ممکن ہے کہ مصنف کو حافظے کا سہو ہوا ہو یا پھر کاتب سے یہ الفاظ چھوٹ گئے ہوں -

. . والاکرام[۱] (از روئے زمین پر جو کچھ ہے فنا ہو جائے گا اور صرف آپ کے رب کی ذات جو عظمت والی اور احسان والی ہے، باقی رہ جائے گی) کا بھید بالکل کھل کر اور واضح طور پر معلوم ہو جائے، نیز "سنریہم . . . . انہ الحق[۲]" (ہم عنقریب ان کو اپنی قدرت کی نشانیاں ان کے گرد و نواح میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ قرآن حق ہے) کی حقیقت منکشف ہو جائے اور "لا الہ . . . اللہ" (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں) کا معمّا پورے کشف کے ساتھ حل ہو جائے - جو کچھ گم ہوا وہ ظاہر ہو جائے اور جو کچھ ظاہر ہوا وہ گم ہو جائے - اور وہ (سالک) بے زبانی کی زبان سے "لمن الملک . . . القہار"[۳] (آج کے دن کس کی حکومت ہوگی؟ بس اللہ ہی کی ہوگی جو یکتا اور غالب بھی ہے) کا نغمہ گائے اور "وللہ ما فی السموات وما فی الارض"[۴] (اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اللہ ہی کے لیے ہے) کا ترانہ بے کان کے کان میں پہنچے، اس طرح جلی اور خفی شرک سے نجات میسر آئے اور توحید حقیقی اور کمال یقین سے بامراد ہو اور "شہد اللہ انہ لا الہ . . . الحکیم"[۵] 18

(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور معبود بھی ایسا جو اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں ہے، وہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے) - یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ -

سندِ آخر (دوسری سند، یا ایک اور سند) : عین آئینہ دیکھتے وقت نظر اپنی صورت سے اٹھا لے اور وہ اس طرح کہ صورت درمیان سے محو اور گم ہو جائے اور نظر صورت پر نہ پڑے اور آئینے کی سطح پر، جو بے رنگ ہے، سکڑ جائے، اگرچہ بے رنگ آئینے پر نظر پڑنا صورت کے وسیلے کے بغیر محال ہے لیکن مسلسل عمل سے صورت قطعاً دکھائی نہ دے گی اور آنکھوں میں مشہود نہ ہوگی اگرچہ وہ (آئینے سے) غائب نہ ہوگی اور بالکل محو نہ ہوگی؛ اس لیے کہ وہ صورت آئینہ دیکھنے کی شرط ہے اور "جب شرط مٹ گئی تو مشروط بھی مٹ گیا / گئی" - جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ (سالک) شہودِ مطلق سے آشنا ہو جائے مقید میں تو وہ مطلق کو شہود اور مقید کے بغیر دیکھے گا :

ترجمہ رباعی : قد اور خوبصورتی کے لطف سے تو کیا کرے گا یعنی تجھے کیا فائدہ اور گھنگھریالی زلفوں کی زنجیر سے تو کیا کرے گا
ہر طرف سے جمالِ مطلق روشن ہے، اے بے خبر تو مقید حسن سے کیا کرے گا -

پوری ریاضت کے بعد عنایتِ ایزدی سے، آئینے سے ایک پھیلا ہوا محیط سیاہ نور ظاہر ہوگا جو ظاہری اور باطنی حواس کو پوری طرح معطل کر کے ہستیٔ مطلق کی قید سے رہائی دلا دے گا اور تجھے تجھ سے لے لے گا، یہاں تک کہ مشعوریت کو شعور نہ رہے گا بلکہ عدمِ شعور سے متعلق علم و معرفت بھی درمیان سے بالکل اٹھ جائے گا - مصرع : 9

ترجمہ : اگر تو سیاہ دیکھے تو نورِ ذات ہے

---

۱ - سورہ الرحمٰن آیات ۲۶، ۲۷ ۲ - سورہ حم السجدہ، آیہ ۵۳ کا ٹکڑا
۳ - سورہ المؤمن، آیہ ۱۶ کا ٹکڑا ۴ - سورۂ لقمان، آیہ ۲۶ کا ٹکڑا ۵ - سورۂ آل عمران، آیہ ۱۸، [illegible]
[illegible] - اصل آیت یوں شروع ہوتی ہے : "شہد اللہ انہ لا الہ . . . الخ" - اس کے مطابق ترجمہ یہ ہے : گواہی دی اللہ نے - یہ بھی ممکن ہے کہ مصنف کو حافظے کی بنا پر سہو ہوا ہو یا پھر کاتب سے یہ الفاظ چھوٹ گئے ہوں -

اِس کے بعد عین اُس سیاہ نور میں اور سالک باخبری کی بے خبری میں، (۱) آفتاب کی شکل ایسا [illegible] یا نقطۂ الٰہیہ
کی صورت پر ایک نور یا پھیلا ہوا محیط نور کا ظاہر ہوگا حضرت احدیت سے وحدت و واحدیت کے ظہور کی مانند ظاہر ہوگا
جو تمام اعتبارات اور اضافات سے پاک اور مبرا ہے اور حضرت وحدت و واحدیت میں ظہور کے وقت تمام
وجوبات سے موصوف ہے۔ اُس مقام میں سالک پر اتنی ظاہری اور باطنی تجلیات وارد ہوتی ہیں کہ وہ اس کی
کمال وسعت میں اپنے آپ سے بھی چلا جاتا ہے اور بے حد و بے شمار روحانی اور مثالی منزلیں نزول فرماتی
ہیں، جبکہ صفاتی اور ذاتی تجلیات مسلسل بلکہ مُدام وارد وقت ہوتی رہتی ہیں اور وقت سے مقام تک پہنچا دیتی ہیں،
پھر کمال سے تکمیل تک اور حال قیل و قال میں نہیں آتا، آخرکار وہ تجلی ذاتی پر، جسے اس رسالے میں نوعِ ثانی سے
موسوم کیا گیا ہے، قرار پکڑتا ہے؛ اور یہ ہے انتہا کی غایت اور بہت بڑی نہایت، "واللّٰہ . . . و ایاکم (۱)
(اور اللّٰہ حق بات فرماتا اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے)" رہی خاص برقی تجلی تو وہ مدام نہیں رہتی بلکہ وہ تو دو
پل اور دو ساعتیں بھی باقی نہیں رہتی، اس لیے کہ اس سے مراد با صفات ذات کی طرف رجوع کرنا اور اسی کے ظہور
کی طرف توجہ کرنا ہے نہ کہ صفات کی طرف اور اس سے نگاہوں کی امید کی جاتی ہے سچے عارفوں کے لیے دونوں
جہانوں میں۔ اللّٰہ ہمیں اور تمہیں وہ عطا فرمائے۔

پس چاہیے کہ تو اپنی نظرِ مطلق دیکھنے پر لگائے رکھے کہ یہ اپنے عینِ ثابتہ کے آئینے میں اس کا دیکھنا ہے،
اور در حقیقت وہ خود کو دیکھنا ہے اور یہی ہے حق الیقین کی رویت (دیکھنا) اب اور فردا، لیکن آج وہ مشاہدہ و
مکاشفہ سے موسوم ہے تو آنے والے کل رویت اور مشافہتہ (روبرو گفتگو) سے معلوم، اور اہل کمال کے کمال
کی یہی انتہا ہے اور اس سے زیادہ کا تصور نہیں ہے۔ پس پہچان اور دیکھو۔ اور اگر یہ واسطہ و وسیلہ
درمیان میں نہ ہو تو یہ سراسر بے ہوشی ہے۔ "فلما . . . المؤمنین" (پس ان کے رب نے جو اس پر تجلی
فرمائی تو تجلی نے اس پہاڑ کے پرخچے اڑا دیے اور موسیٰ بیہوش ہو کر
گر پڑے۔ پھر جب افاقہ میں ہوئے تو عرض کیا: بیشک آپ کی ذات منزہ ہے میں آپ کی جناب میں معذرت
کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں اس پر یقین کرتا ہوں)۔ یا شیخ عبدالقادر شیئاً للّٰہ۔
واضح ہو کہ کائنات کی ہر ہر شے اسمائے الٰہی میں سے ایک اسم اور وجوبی اسما میں سے کسی اسم کا
کی مظہر ہے۔ یعنی اس کی ذات متعین وجود سے عبارت ہے اور اس کی صفت بھی متعین صفت سے عبارت ہے،
اس لیے کہ جس طرح حضرت ذات نے اپنے اسما کے کمال کے اظہار کے لیے اطلاقِ حقیقی سے ویسے ہی تقید میں

۱۔ سورۂ الاحزاب، آیہ ۴ کا ٹکڑا۔ باقی عربی عبارت قرآن کریم سے ہٹ کر ہے۔
۲۔ سورۂ الاعراف، آیہ ۱۴۳ کا ٹکڑا۔ مخطوطہ میں آخری لفظ "المؤمنین" کی بجائے "المسلمین" ہے۔

نزول فرمایا، اور درحقیقت یہ ایک دوسرا کمال ہے جو حضرتِ اجمال میں مخفی ہے اور اس کا ظہور تفصیل اُس میں معلوم رہا یعنی جانا گیا ہے، اسی طرح حضرتِ وجود کی حقیقت کی صفات نے بھی اطلاق اور کلیت کی ارواح سے تقید اور جزئیت کے نشیب میں نزول فرمایا اور یہ ظہور بھی دراصل ایک الگ اظہارِ کمال ہے جو صفات کے حضرتِ ابہام (غیر واضح) میں کہ وہ حضرتِ وحدتِ ذات کا حصہ کا بدل ہے، پوشیدہ اور اُن کے مرتبۂ تعین میں ظاہر ہے، کسی قسم کی تبدیلی اور تغیر سے محفوظ رہا ہے۔ سو پورے یقین کے ساتھ یہ بات تحقیق کو پہنچی کہ حضرتِ وجود اپنی ذات وصفات میں ہر ذات وصفات کا آئینہ ہے۔ اور ہر ذات وصفات اس کی ذات وصفات کا آئینہ ہے۔ وہ ہر مظہر میں کسی نہ کسی رنگ میں عیاں ہے اور کسی نہ کسی رنگ میں نہاں ہے، اور ہر مظہر اس میں کسی نہ کسی رنگ میں عیاں اور کسی رنگ میں نہاں ہے۔ اور اس حقیقت کے حقیقی معنوی کشف کا حصول عارفِ کمال پر پوری وضاحت سے مشہود ہے۔

سو جان لے کہ تیری ذات اس کی ذات ہے اور تیری صفات اس کی صفات ہیں، بلکہ تمام موجودات کی ذوات (ذاتیں) اور سب کی صفات اُس کی ذات وصفات ہیں، اور وہ جو حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ "بندہ مسلسل میری طرف نوافل سے قرب ڈھونڈتا ہے یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں، اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں، اس کی بصارت، اس کی زبان اور اس کا ہاتھ اور پاؤں، مجھ سے وہ سنتا ہے، مجھ سے دیکھتا ہے، مجھ سے بولتا اور مجھ سے چلتا ہے" حدیث کے آخر تک۔ اس کے بندے کے سمع و بصر ہونے سے مراد وحدتِ صفات کی حقیقت کے کشف سے اس کے عرفان کا انکشاف ہے اور صفاتِ حقیقت سے متصف ہونا استعداد و اہلیت کے مطابق جزئی تعین کے رفع کے اعتبار سے ہے۔ پس جس طرح تجلیِ ذات عارضی تعینات کے اٹھ جانے اور (دائرہ جانے)، ذاتی اسماء و صفات کے اعتبار سے، اس (یعنی بندے) کے تعینِ اصلی کی بقا سے ہے۔ جو اس کے تقید کے باوجود اطلاق (بے قیدی) کی برائی کرنے والا نہیں ہے، اسی طرح تجلیِ صفات، اُن کے حقائقِ ذاتیہ کے انکشاف کے اعتبار سے، تقیداتِ زائد کے خلاصہ سے ہے تعینِ ذاتی کے لقا (دیدار، ملاقات) کے ساتھ، جو تشخص کے باوجود کلیت کے منافی نہیں ہے۔ تو جس طرح تجلیِ ذات ۱ دو قسموں میں بٹی ہوئی ہے، اسی طرح تجلیِ صفات دو نوع کی ہے* اور تمام عارفانِ کامل اور کاملانِ عارف کی مقصود دوسری نوع ہے، جبکہ تجلیاتِ ذاتیہ کے ساتھ حق سبحانہٗ تعالیٰ کا شہود واصلانِ آگاہ کی بلندی کی منتہا ہے۔ اس سے زیادہ ممکن نہیں ہے۔ اور انبیا و اولیا کی ایک دوسرے پر فضیلت بھی اس حضرت میں ہے۔ جس قدر تعین وسعت والا اور جامع ہوگا اسی قدر ظہورِ حق کمالِ وسعت و جامعیت کے ساتھ اس میں واقع ہوگا۔ اور چونکہ تعینِ اول، کہ حقیقتِ محمدی ہے، تمام تعینات میں سب سے زیادہ عام، شامل و وسیع اور جامع ہے اس لیے اس میں شہودِ حق سب سے زیادہ عام اور جامع اور شامل ہوگا اور کلی کامل مظاہر پر اس کی ظلیت و تبعیت میں اہلیت و استعداد کے تفاوت کے حساب سے اسے (شہودِ حق میسر) ہے۔ اس کے باوجود حق اس آئینے میں، جیسا کہ وہ ہے، ظاہر نہیں ہے

اس مرتبے میں منحصر نہیں ہے، اس لیے کہ مرئی (جسے دیکھا گیا) آئینے میں، جیسا کہ وہ ہے وہ ہے، کے ظہور کی شرط آئینہ کی مساوات سے مرئی سے، لہٰذا چھوٹے آئینے میں چھوٹا اور بڑے میں بڑا نظر آئے گا۔ اور کوئی بھی مقید آئینہ مطلق کا مساوی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا (حضور اکرم) سرور علیہ السلام والصلوٰۃ نے فرمایا: "جیسا کہ تجھے پہچاننے کا حق ہے، ہم نے نہیں پہچانا" پس سمجھ۔

یہی وجہ ہے کہ عاشقی و مشتاقی کی شراب کے مست خواجہ عبدالباقی[1]، قدس سرہٗ، نے فرمایا: "محمد الرسول اللہ، صلی اللہ علیہ وسلم، کی پیروی کر اس کے بغیر کہ تو محمدؐ کو غیرِ حق جانے یا حق کو محمدؐ میں منحصر جانے"۔ ختم۔ اس لیے کہ تعینِ اول اگرچہ تمام تعینات کا سرچشمہ اور سب کا شامل یعنی سب کو محیط ہے، تاہم (ذاتِ خالص کی نسبت سے) جزئیت سے خالی نہیں ہے۔

لہٰذا ظہور و بطون کی اس اصل نے، علیہ الصلوٰۃ والسلام، نے فرمایا: "اے کاشکے محمدؐ کا رب، محمد کو پیدا نہ کرتا"۔ ۲۰

پوشیدہ نہ رہے کہ حقیقتِ محمدیؐ میں حق کا عدمِ انحصار اطلاقِ ذات کے اعتبار سے ہے کہ وہاں علم نہیں سماتا، جو (علم) تمام علمی شانوں کا جامع کی وحدت سے عبارت اور حضراتِ عینی کا منبع ہے، اگرچہ امام الائمہ (پیشواؤں کا پیشوا) کم ہے۔ وگرنہ ظہورِ ذات، جو حقیقت میں حقیقتِ محمدیؐ کا ظہور ہے، محمدؐ میں منحصر ہے اور بس۔ چنانچہ ظاہر اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ تمام صوری و معنوی اور الٰہی اور کونی مظاہر میں ظاہر ہے۔ لہٰذا ظاہر بطون کی نسبت ہے اور ظہور خود باطن ہے اور ظاہر اعتبارات کے بغیر ہوتا ہے اور وہی حقیقت ہے، باقی جو کچھ اس کے سوا ہے وہ سب اعتبارات ہے۔ اے اللہ حضور پر درود اور آپ کی آل پر آپ کے حسن و جمال کے مطابق۔

چونکہ یہ راز افشا کے لائق نہیں ہے اور عینِ اظہار میں بھی وہ پوری طرح پوشیدگی کے پردے میں مخفی ہے، اس لیے اُس مطلب و مقصد پر، جس کا ظاہری معنوں میں بیان کرنا مسطور و منظور رہا، اس رسالے کے اختتام کو مناسب جانا اور "اللہ ہی تمام ہر شے پر مُطّلع ہے"[2]۔ مختصر یہ کہ عینِ ثابتہ مُطلقہ کے آئینے میں شہودِ ذات، حضرتِ وجود کے شاہد کے شاہدوں کا مُنتہائے کمال ہے اور اس سے بلندتر مقام غیر واقع بھی ہے اور مفقود بھی، کیونکہ شہودِ مقصود صورت پر ہے اور صُورِ کونیہ کی انتہا عینِ ثابتہ کی صورت ہے اور بس۔ پس جب تو اس مرتبے کو پہنچا تو تو نے حق کو دیکھ لیا اور کمال کی انتہا کو پہنچ گیا۔ چنانچہ حضرت شیخ اکبر، قدس سرہٗ الاظہر، فرماتے ہیں: "إذا ذقت ... المحض" (جب تو نے اس کو چکھ لیا تو یہی مقصود ہے جس سے بڑھ کر کوئی مقصود نہیں مخلوق کی تخلیق کے بارے میں لہٰذا تو اپنے نفس کو نہ لالچ دے اور نہ تھکا۔ تاکہ تو اس درجے سے یا اس سے بڑے درجے پر ترقی کرے، کیونکہ اس کے بعد جو کچھ بھی ہے وہ عدمِ محض ہے) (یہ اقتباس ابن عربی کی کتاب فصوص الحکم سے ہے۔ یزدانی)

۱۔ مراد حضرت خواجہ باقی باللہ ولادت بمقام کابل ۹۷۱ یا ۹۷۲ھ/۱۵۶۳ء اکبر کے زمانے میں برصغیر میں وارد ہوئے۔ یہاں انہوں نے نقشبندی سلسلے کی بنیادوں کو استوار کر دیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رح ان کے مرید تھے۔ انہوں نے بمقام دہلی ۲۵ جمادی الآخرہ ۱۰۱۲ھ/۲ جولائی ۱۶۰۳ء وفات پائی۔ "نقشبند وقت" تاریخ وفات ہے۔ آپ کی ...

۲۔ سورۃ المجادلہ، آیہ ۶ اور سورۃ البروج، آیہ ۹ کا ٹکڑا

یعنی جب تونے اندازے اور گمان اور دلیل و برہان سے نہیں بلکہ ذوق و وجدان سے اور کمال عرفان اور شہود و یقین سے یہ مقام بلند حاصل کر لیا اور تجلی سے بامراد ہوا تو تجھے غایتِ اعلیٰ حاصل ہوگئی اور دور کی نہایت تک رسائی بھی، کیونکہ سالکوں کے سفروں کی انتہا اس کی ذات مطلق تک ہے اور بس۔ سو تو طمع نہ کر اور خود کو اس دکھ میں نہ ڈال کہ تو اس درجے سے ترقی کر کے مزید اوپر جائے، کیونکہ تو وجودِ مطلق کے مقام پر پہنچ گیا ہے اور یہاں اس سے عالی مقام نہیں ہے اور وجود کے بعد صرف عدمِ محض ہے۔ اگرچہ وجودِ حقیقی کا مرتبہ، جو اس اضافی مطلق سے مقدس ہے، نہایت آگے اور اعلیٰ ہے لیکن وہ شہودِ شاہدی اور وجودِ واحدی سے بھی مبرا ہے۔ "تعالیٰ عن ذالک علواً کبیرا" (وہ اس سے بلند ہے، عالی اور عظیم ہے)۔

پس اہلِ کمال کی نہایت یہی ہے۔ چونکہ اِن اسرار کا، جو انتہائی پوشیدگی میں ہیں، بیان اختصار کے وظیفہ کے شایان نہیں ہے اور جو کچھ اشارے کی صورت میں تحریر ہوا، اس لیے صاحبانِ فہم کے لیے پوری طرح کافی ہے۔ اس مختصر (رسالے) کا اِختصار (یعنی مصنف) کمال ارباب کرم نے نہایتِ کمال پر زیادہ مناسب جانا اور اس عظیم ہدیہ کا نام اُس مرادیں عطا کرنے والے کی جناب سے "نہایت کمال" ... "ثنا۔ والحمد... مبارکاً (اور اس پر اللہ ہی کا شکر و حمد ہے، ایسی حمد جو پاکیزہ، کثیر اور مبارک ہے)۔

دوستانِ باصفا سے توقع ہے کہ اُس جمع (مراد رسالہ) کے پیشکار کے وجود کو درمیان میں نہ لاتے ہوئے عین رضا اور محبت و دوستی سے، طیش اور دشمنی سے نہیں، ملاحظہ فرمائیں گے۔ اگر کوئی خطا یا سہو واقع ہوئی ہو تو اس کی اصلاح کر دیں۔ "وعین ... المساویا" (

)۔ پوری ہمت اور پختہ عزم کے ساتھ بالالتزام حضرت سیدِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی اور اولیائے کرام کے آثار و تصانیف سے استفادے کو پورے اہتمام سے جاری رکھتے ہوئے شیخ کامل کے حجرۂ تربیت اور عارف واصل کی صحبت میں تحریر شدہ اَشغال پابندی سے اور مدام کرتے رہیں تاکہ تھوڑی ہی مدت میں رب جلیل تک رسائی کے مقصدِ اعلیٰ سے بامراد ہوں۔ "اور یہ اللہ کے لیے دشوار نہیں ہے"۔

اور اس ناتوان مصنف، اللہ والوں کے قدموں کی خاک، غلام نادر شاہ کو، (جنہیں اس نے برگزیدہ کیا) اللہ اسے اپنے چہرے کے آئینے میں اپنا چہرہ دکھائے (دیدار کرائے)، اوقاتِ حضور میں اپنی دعائے مستجاب میں یاد فرمائیں۔ اللہ مجھے اور آپ کو ذکر حکیم سے فائدہ پہنچائے یعنی مطلوب تک پہنچائے اور مجھے اپنے

۱۔ قرآنی آیات کے حوالے سے مصنف نے ایسی عبارت لکھی ہے   ۲۔ سورۂ ابراہیم، آیہ ۲۰

حبیب اور صفی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سائے میں پہنچائے دنیا و آخرت میں کمالِ شہود اور رویت سے، اکرم
محض اپنے عام کرم سے ۔ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے اس پر جو تونے نازل فرمایا اور پیروی کی ہم نے رسولؐ کی ر
پس ہمیں گواہوں میں لکھ اور آخریں ہماری دعا ہے کہ تحقیق حمد و ثنا اللہ ہی کے لیے ہے جو عالموں کا پروردگار
ہے اور صلوٰۃ وسلام ہو اس (اللہ) کے رسولوں کے سردار اور اس کے راستے کے رہنما پر جو افضلِ کائنات ہیں اور
آپؐ کی تمام آل اور اصحاب پر، اور تابعین پر اور کائنات کے غوث پر، اولیا کے سردار پر جو ان سب (اولیا) سے
افضل ہیں یعنی سیّد ابو محمد محی الدین سید عبدالقادر امینِ مکین، رضی اللہ عنہ اور الہٰی ہم سے راضی
رکھ اور تمام مریدوں سے اور میرے مرشد و والدِ میرے سردار، میری سند، عارفوں کے سرگروہ،
ابوالفرح محمد فاضل الدین، قدس سرہٗ، اور تمام اولین اور آخرین اولیا سے اور اپنے تمام صالح بندوں سے،
اے سب سے بڑے رحم فرمانے والے اپنی رحمت سے ۔ آمین ۔

تحقیق یہ رسالہ بنام "نہایۃ الکمال" ختم ہوا ۔

نہایۃ الکمال

غلام قادر شاہ

فارسی متن

مع اختصار

محمد دانیال

بسم الله الرحمن الرحیم

هو الاول والآخر والباطن والظاهر - ستایش بی منتها مر ذاتی را که هم اوست محمد بصفات خود و محمود بآیاتِ خود - همه معامله ناشی از وست و راجع بدو، لا اله الّا هو والیه المصیر - و درودِ نامحدود بر آن محمود که در هر عالمی هم مطلق است و هم محدود و در هر حضرتی هم شاهد است و هم مشهود، صلّی الله علیه وآله بعددِ کل معلوم و موجود :

آن هستیِ مطلق که بود احمد نام	مرأتِ شهود اوست اسمآ بتمام
هر چند که میمش به تعین دالست	عینِ احدش بدان و برخوان ز کلام

یا شیخ عبدالقادر شیئاً لله -

بدان "عرّفک الله تعالیٰ بحریفه ایاک نفسک" (معرفت دهد ترا الله تعالیٰ برو بمعلوم کنانیدن او ترا نفس ترا)، که معرفتِ او سبحانه، که علتِ غائیِ وجودِ عالم و آدم است، موقوف است بر شناختن نفس که لطیفه ایست ربّانی، که در هر مسندی بنامی موسوم و در هر مقامی بوصفی معلوم است (این در عالم امر موسوم بقلم و در خلق موسوم بعرش، علیٰ هذا القیاس) - کما قال علیه الصلوٰة والسلام : من عرف نفسهٗ فقد عرف ربهٗ "۔ و لله در من قال الضمیر (ای ضمیر نفسه) راجع الی محمد علیه الصلوٰة والسلام - وقال الله تعالیٰ " النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم" - پس هر که خود را شناخت حق را یافت و هر که خود را دید حق را دید - آیا نمی شنوی که چگونه می فرمایند: "من رآنی فقد رای الحق " آری در علم (در مرتبهٔ علم) عینِ مطلق مظهرِ اسما و صفاتِ الٰهی و کتابی است و آئینهٔ جاودانی، و در عینِ حق (ای در مرتبهٔ خارج) آئینهٔ آن لطیفهٔ ربّانی است و شهودِ او در همه مظاهر، باجمال و تفصیل، در همین مرأتِ جامع واقع، و وجودِ این حقیقتِ کبریٰ در آئینهٔ وجودِ حقانی لامع بر عارفِ آگاه مخفی نیست، اگرچه کنز مخفی است -

بیدار باش و هشیار، خود را شناس تا خدا را شناسی - (از خیالِ خویشتن، خود در بلا افتاده ای)

گر به بینی خویش را جز تو کسی در خانه نیست

ای در قدم و حدوثِ عالم حیران	پیوسته میانِ این و آن سرگردان
رمزی بشنو به تست قایم دو جهان	پیش از تو و بعد از تو نه این ست و نه آن

هو الاول والباطن نشان بی نشانی ذات احد است - والآخر والظاهر صفات محمد صلعم کا سرمد برهنه

۱- حقیقت انسانیه ۲- انسان

می سراید و برهنه می نماید، بشنو اگر گوشی داری و بفهم اگر دلی داری:

نوری اول نمونهٔ حضرت جود سر دفتر کاینات و فهرستِ وجود
تنها نه محمدِ مسلمانانست عیسیِ فرنگیست و موسیِ یهود[1]

۳ «من لم یذق لم یدر». پس فرضِ عین بر هر انسان آنست که علم حقیقتِ خود حاصل نماید و خود را، چنانچه هست، بشناسد. قال علیه الصلوٰة والسلام: طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة. تا اینکه این علم نداند، نامسلمانی[2] اگرچه همه کتب و اسفار[3] بخواند ویافتن این علم حقیقت، که ثمرهٔ جواز و معرفت الله والخشیة عن الله است، کما قال الله تعالی: «انما یخشی الله من عباده العلما»، موقوف است بر زبانِ مرشدِ کامل واصل و
۵ عارف است، کما قیل: الجار ثم الدار، والرفیق ثم الطریق:

عشق را در مدرسه تعلیم نیست این چنین علم از زبان دیگر است

ربِ الحقنی بالصالحین۔

چون این مختصر قابلِ تفصیل این حقایق نیست، به بیان بعضی اسرار، که بزبان قلم چنانچه باید مشروح نمی گردد، لیکن اظهار آن بر طالبِ صادق واجب و پوشیدن آن از مستعدِ حاذق حرام، اکتفا می نماید۔ بعد تحصیل معرفت از هادی رهنما اگر بعمل آرند و بشروط و لوازم آن مواظبت و مداومت نمایند، انشاءالله العلیم الفیاض بلاریب از علم الیقین بحق الیقین رسند و بوصول بذروهٔ جمع الجمع و تفرقه بعد جمع فایز گردند۔ والله علی کل شیئ قدیر۔ یا شیخ عبدالقادر شیئًا لله۔

بشنو ای برادر، شرح الله صدرک، که عمدهٔ اشغال و اذکار مثمر بکشف استار و ظهور انوار و اطلاع بر اسرار است، نفی و اثبات است، لکن بشرط فهم معانی و ملاحظهٔ حقیقت که بواسطهٔ عارف آگاه بکمال آن توان رسید۔ و تفصیل همه معانی و اسرار[5] درین مختصر نمی گنجد، بر آنچه مقصود است اختصار می رود، والعارف یکفیه الاشارة لان المراد لایفی به العبارة۔ خواجه امام عبدالله اصفهانی، که از سلسلهٔ
۶ خواجگانست، قدست اسرارهم، می فرماید:

«نفی عبارت است از راجع گردانیدنِ کثرتِ[6] صورِ اشیاء بآن عینِ واحد[7] که مطلوب همه سالکانست و اثبات عبارت است از مشاهده کردن آن عین واحد در همه صور[8] و اینها را عین آن واحد دیدن، پس لا اله یعنی این صورتهای متوهمه غیر هستیش[9] منتفی است و راجع است بدان یک اصل و الّا ...

۱- یعنی عیسیٔ فرنگی هم محمد[2] است و موسیٔ یهود[3] همون۔ فافهم۔ حسن سلمه ربه
۲- یعنی از کمالِ ایمان بی بهره ای۔ چنانچه امام قدوة حجة الاسلام ... رمزی فرموده «من لم یکن له نصیب من هذا العلم اخاف علیه سوء الخاتمة»
۳- صحیفه ۴- ای یافتن علم حقیقت ۵- ونما نمیکند باو مراد ۶-۷- یعنی کثرت و غیریت[8] این صور کبرٰ منتفی است، بلکه یک صورة است۔ بقیه حاشیه اگلے صفحے پر

نماید

یعنی آن معنی واحد است که باین صور مختلفه می نماید " - انتهی

پس سالک را باید که در هر آن و زمان، چه خواب چه بیداری و نسیان و هشیاری، مراقب دل خود باشد که بوجهی ظلمتِ پندارِ غیریت و خیالِ دوئی حاجبِ نورِ توحید نگردد - چون چندین بر این مواظبت نماید وهم باطل از میان برخیزد و حجابِ کثرت اعتباری مرتفع گردد - بر جمال حقیقی نظر حقیقت افتد و ثبوت بی اثبات رو دهد و "الآن کما کان" محقق گردد و "کان الله فلم یکن شیئاً" ثابت شود -

سیدنا و مولانا امام العارفین شیخ فضل الله ابوسعید مبارک مجددی، قدس سرہ العزیز، در تحفهٔ مرسله می فرمایند که ترجمه اش این است : ای طالب اگر می خواهی وصول را بسوی حق، پس لازم گیر ۵
متابعتِ نبی را، صلی الله علیه وسلم، اول در قول و فعل و ظاهر و باطن، پس بکن مراقبهٔ وحدت وجود که عینِ معنیِ کلمهٔ طیبه است بی شرطِ وضو، و اگر باشد بهتر است و بغیر تخصیصِ وقت و بی ملاحظه نفس در دخول و خروج، و بی ملاحظهٔ حروف و الفاظ، بلکه ملاحظه نکنی مگر معنی را فقط در همه حال ایستاده و نشسته و در حالتِ اضطجاع و حرکت و سکون و خوردن و نوشیدن - و طریقِ مراقبه این است که نفی کنی هستیِ خود را اولاً، و نفیِ هستی باین وجه که حقیقت و باطنِ خود را غیرِ هستیِ[1] حق و انیتِ حق ندانی و نفی نکنی مگر این انیت را و این معنی لا الٰه است و* پس ترک ثابت کنی هستیِ حق را در باطن خود، و این معنیِ الله است - اگر گوئی "چون وجود واحد است پس نفی که می کنی و اثبات که می نمائی"؟ گویم نفی کنم وهم غیریت و دوئی را که وهم باطل است؛ پس بر تو باد دور کردنِ وهم اولاً و اثبات هستیِ مطلق ثانیاً - انتهی

آنچه بر تو خواندیم کفایت است - فافهم؛ محمد رسول الله، یعنی حقیقتِ محمدی فرستادهٔ اوست بسوی عالم ظهور که منشاءِ نسبتِ بطون است در همه حضرات عینی و غیبی، اولاً در مرتبهٔ وحدت بصفت اجمال و ابهام او، ثانیاً در مرتبهٔ واحدیت به تفصیلِ تمام در اسماءِ الٰهی و (اسماءِ) کونی - و در اسماءِ الٰهی اسم جامع که وحدت آنحضرت است و در جمیع اسماء که تفصیلِ اوست و در اسماءِ کونی عین جامع که مظهر وحدتست، در جمیع اعیان که واحدیت اوست و در روحِ مطلق که وحدت است و ارواح که واحدیت است و در قلبِ مطلق جامع که وحدت است و در همه مثالها و قلوب که واحدیت است، و در جسم مطلق که وحدت است، و (در) اجسام تمام که واحدیت -۶

گذشته صفحه کا حاشیه * - یعنی همان صورهٔ واحده که اصل همه است و منشاءِ همه، بصورِ گوناگون و نقوشِ بوقلمون بروز و ظهور فرموده - حسن سلمه ربه

۱ - ای هستیِ خود و انیتِ خود عینِ حق دانی

است، و علیٰ هٰذا القیاس در همه اصناف و انواع چنانچه بر عارف ظاهر است۔

پس محمد صلعم فرستادهٔ اوست که از غیب هویت ظاهر شد۔ غیب و شهادت را آراسته و برنگ های گوناگون عیان گردیده و خود را در همه جا دیده۔ به بین که چه گفته می شود یعنی که "لا اله الا الله و محمد الرسول الله" یکی است و ازینست که بعضی کبرا گفته اند که محمد الرسول الله بدل کل است از الله، زیرا که بدل در عُرف نحو بمعنی تابع مقصود به نسبت است نه متبوع، و در حضرت ذات اسقاطِ اضافات است و رفع همه نسبت و اعتبارات۔ و اول همه نسبتِ حقیقتِ محمدی ظهور گرفته بلکه نسبت های اولیّت و آخریت و بطون و ظهور، بمتبوع خود داده۔ طُرفه تابعی که متبوعیتِ متبوع ازوست۔ آن ذات که در شانِ وجوب الله است، در مرتبهٔ حدوث عبدالله است؛

یعنی که محمدست بدل اله — این معنی لا اله الا الله است

پس باید که ازین حقیقت آشنا شوی و بیابی که هر چه هست در کلمه است، و کلمات انبیا و اولیا و همه اشیاء، کلمات الله درُوست۔ پس هر که ایمان به محمد آورد بهمه آورد بخلافِ انبیاء سابق۔ و بدان که اول کلمهٔ احدیت است و میانهٔ آن جامع وحدت و واحدیت، و آخر آن ظهورِ همه مراتب بهمه مراتب۔

اینست مجملِ حقیقی که همه حقایق دروست و وقت، فرصت تفصیل ندادم، خود بخود نمایان خواهد شد و هو الکافی، هو النور۔ یا شیخ عبدالقادر شیئًا لله۔

نور برزخِ محمدی را مانند شعلهٔ کلان برنگِ سفید بر تارکِ سر، که محل قلبِ احمر است، ملاحظه نماید۔ بعدِ مواظبت، چنانچه می باید، نمایان شود۔ باز پیوسته چشم پوشیده نظر اندرونی را بر وی قایم دارد۔ قلب صنوبری را بذکرِ هو، بملاحظهٔ "هو النور" مشغول دارد تا آنکه آن شعله کلان گردد و روز بروز منبسط گردد۔ چون همه وقت، به بسطِ تمام، بی قبض مرئی گردد آن را متوجه بدن خود گرداند، تا آنکه سر در آن پوشیده گردد و برنگِ همان رنگ نورانی گردد۔ بهمین قسم آهسته آهسته تمام بدن را در آن داخل گرداند تا آنکه آن شعله بصورتِ عام بدن گردد و صورتِ مثالی تمام عیان شود و وجودِ روحانی نمودار گردد۔ بعدهٔ آن صورت را علیحده از صورتِ حسی خود ملاحظه نماید، تا آنکه جدا از بدن نمودار گردد۔ اولاً یک صورت نمایان خواهد شد۔ بعدهٔ بسیار بسیار تا صدها خواهد رسید و بعد مداومت کلام و استفسارِ مقاصد و کوائفِ عالم نیز ظاهر خواهد شد ان شاء الله تعالیٰ۔ ۸

و این شغل را "شغل النور" و "شغل برزخ" و "شغل صورتِ مثالی و خیالی" نیز می گویند، لکن بملاحظهٔ حقیقتِ خود و معرفت تمام بواسطهٔ مرشدِ کامل معلوم خواهد شد و تربیتِ روحانی و معاینهٔ عالم ارواح انبیاء و اولیا وغیره درین مقام است و در حقیقت تربیت خود از خود است، زیرا که این صورت مثالی همین مثال مطلق برزخ محمدی است و شیخ بزرگ عین القضاة همدانی، قدس سرهٗ، فرموده: رسول الله صلی الله علیه را هفت صد بار دیدم که مرا تعلیم حقایق هر مرتبه فرموده۔ آخر کار دانستم که در هر مرتبه

نمایند

ندیدم مگر خود را و هذا حقٌ صدقٌ ـ مولا(نا) روم می فرماید :

گرچه قرآن از لبِ پیغمبر است　　　هر که گوید حق نگفته کافر است

بعد کمالِ این شغل تصورِ نورِ پاک بسیط و محیطِ بی جهتِ بے کیف ، نه زیر نه بالا ، نه چپ نه راست ، نه پیش نه پس ملاحظه نماید ـ اگر در آن نور امواج و حرکت و روانی عیان شود آن نور ، روح مطلق است و اگر ساکنِ محض باشد نورِ ذات ، گاهی سفید برق وار ، گاهی سیاه سخت ـ پس اگر در آن شهود و علم باقیست ظهورِ واحدیت و وحدت آنیست و الّا ذاتِ بحت و هستیِ مطلق ، هستیِ مطلق اوست وحدت صرف ـ آین هو ، آین انت ، این انا ـ این سِرّ گفتنی نیست و این دُر سفتنی نه ـ از زبانِ مرشدِ کامل معلوم خواهد شد و هو العلیم ـ یا شیخ عبدالقادر شیئاً للّٰه ـ

اگلے صفحہ کی عبارت یہاں آ رہی ہے ۹

که آن را "شغل اندراج" نیز گویند ـ و این شغل موقوفست بر معرفتِ حقیقتِ انسانی که مرتبهٔ حضرت واحدیت تفصیل است که باعتبارِ حقیقت و وجود مندرجست در حضرت وحدت و اجمال ، و باعتبارِ ظهور و شهود وحدت درو مندرج است ـ معنیِ "الانسان سِرّی و انا سِرّه" همین است ـ پس همه عالم را از ارواح و امثال و اجسام ، از هر چه باشد ، بلکه از عرش تا تحت الثریٰ ، هر چه در خیال گنجد ، در حقیقتِ خود مندرج داند و خود را دریایِ محیط شناسد و همه امواج و انهار را که حوادثِ کونیه است ، درو گم داند و در همه خود را بیند و سِرّ سریان درین مقام ظاهر گردد ـ بعدهٔ خود را در وحدت گم سازد که محلِ وصولِ همه عارفانست سوایِ ختم المرسلین علیه الصلوٰة والسلام ـ

و بعد علم شهود وحدت در واحدیت و شهود واحدیت در وحدة حاصل شود ، یعنی در خود همه چیز را بیند یا خود را در همه چیز ـ و در این جا "کلُّ شیٍٔ فی کلِّ شیٍٔ" عیان شود ـ و هو البصیر ـ یا شیخ عبدالقادر شیئاً للّٰه ـ

سُبحانهٗ و تعالیٰ عما یُشرکون ـ بعدِ معرفتِ حقیقتِ تشبیه و تنزیه و معرفتِ عدمیتِ عین ثابته و دانستنِ نفس و رب ، کیفیتِ شغلِ این بی علمی ، کما ینبغی ، معلوم خواهد شد و طریقش این است که خود را خلوِ محض و عدمِ فقط تصور نموده بی اسم و صفت و بی ملاحظه و بی تصور و بی اسم و صفت و ملاحظه و تصور و بی کیف معطّل و گم مخمور چشم پوشیده و از حواس خالی بوده بوجهی که هیچ جنبشی و حرکتی در حواس ظاهری و باطنی پیدا نشود ، نشیند و از خیال و خیالِ خیال نیز گذرد و بعدِ حصولِ خلوِ مطلق ، مطلقاً از خود گم گردد و از گم گردیدن نیز گم گردد و بدولتِ وصالِ حقیقی رسد و از قُرب و بُعد و وصل و هجر فارغ گردد تا ه الآن ۱۰

الٹ صفحہ (فارسی) صفحہ ۵ ملاحظہ ہو)

حاشیہ ص ۸،

یا غوث مدد

ضرب لاتناہی جلسہ و دور معہود محفوظ الا اللہ بمحل خود رساند - باز از انجا سر بر آوردہ ہو بطرف آسمان بردہ در خود ضرب دہد، باز ضربی بر سر زانوی چپ، بطرف زمین نگریستہ، دہد - باقی ضربہا را بطریق دور ہمچنین پیاپی بفرق دو انگشت یا چہار انگشت از زانوی چپ ضرب کنان تا بر زانوی راست برسد، از زانوی راست بر آرنج و کتف راست شدہ و بر صدر گذشتہ و بر کتف و آرنج چپ آمدہ بر زانوی چپ رسد - اینجا سہ ضرب شد

باز از اینجا دورہ ثانی شروع شود - ہمچنان ضرب کنان بر زانوی چپ باز سہ ضرب متصلاً دہد - باز از زانوی چپ ضرب کنان میان دو زانو رسد و از میان دو زانو ضرب کنان بر ناف گذشتہ بر صدر رسد

بعدہ چشم بستہ نمودہ نہ ضرب با ملاحظہ نمودہ نہ نام در خود دہد -

باز از سر آغاز کند - بمشغولی این ذکر کشف علوی و سفلی روی نماید و سیر لاتناہی دست دہد

لیکن موقوف بر زبان مرشد کامل (راست)

دو نوع ضرب کوب و ضربی - ضربی سر را بر آرنج چپ آوردہ بہ نزدیک زمین رساندہ "الا اللہ" کوبان کند و از آنجا سر بر آوردہ "الا اللہ" را در خود کوب دہد - باز ضربی سر را بر آرنج راست گذرانیدہ و بہ نزدیک زمین رساندہ "الا اللہ" کوبان کند و از آنجا سر بر آوردہ "الا اللہ" را در خود کوب دہد، پیاپی کند و انفصال ندہد و بیک نفس ذکر لاتناہی جلسہ معہود نگاہ دارد -

از زانوی چپ بجانب زانوی راست "ہو" گویان بنفس واحد دور بدور گردد و ہر دور کہ بگردد از دور اول کم کند و ہر چند کہ تواند، چون بی نفس داشتن نتواند باز از سر کند

لیکن سند از مرشد کامل گرفتہ مشغولی باذکار مذکورہ تا از ہستی موہومہ نجات یافتہ مشاہدہ وحدت در کثرت بفرماید -

—— x ——

[illegible]

کماکان "ظهور نماید - رزقنا اللہ وایاکم - یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ-

سَنُرِیهِم آیٰتِنا فی الآفاقِ وفی اَنْفُسِهِم حَتّیٰ یَتَبَیّنَ لَهُم اَنَّهُ الحَقُّ ط اَوَلَم یَکْفِ بِرَبِّکَ اَنَّهُ عَلیٰ کُلِّ شَیءٍ شَهِیدٌ ٥ اَلاَ اِنَّهُم فی مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقاءِ رَبِّهِم ط اَلاَ اِنَّهُ بِکُلِّ شَیءٍ مُّحِیطٌ ٥ -

چون متحقق شد که انسان سرِ حق است و حق سِرِ اوست، هم اول است و هم آخر و هم قدیم است و هم حادث، هم مخلوق است هم غیر مخلوق، جامع همه و محیط بهمه، هم مطلق و هم محدود و هم منزه و هم مشبه، هم مجمل و هم مفصل، هم مقید و هم مستفید، هم باطن و هم ظاهر، هم مشهود و هم شاہد، هم کثیر (و) هم واحد، هم اسم هم مسمیٰ، هم مکشوف، هم متجلی، لایحصی غرایبهٗ ولا ینقضی عجایبهٗ :

سینِ انسان گر برافتد از میان   اول و آخر نباشد غیرِ آن

سالک را می باید که بعدِ عرفانِ حقیقت که ایمانِ حقیقی اینست بشغلِ اکبر مشغول شود - یعنی همه را
11 درخود بیند و خود را در همه - و این را طرق بسیار است که از زبانِ مرشدِ کامل معلوم خواهد شد - اکابر اولیاءاللہ متقدمین و متاخرین مطابق استعدادِ طالبین ارشاد فرموده اند و اشاراتی در کتبهای خود بیان نموده - واقف راز می یابد و محجوب از آن در حجاب می ماند - این نارسا هم ایمائی می نماید؛ "العاقل یکفیه الاشارة" -

درحقِ عارف که بواسطهٔ هادیِ حق نما بدولتِ عرفان فایز گردیده، مناسب آنست که مشاهدهٔ حقیقتِ خود، که حقیقتِ محمدیست، در همه مراتب نماید، باین معنی که خود را وحدت و اجمال داند و عالم را واحدیت و تفصیل تصور نماید و واحدیت را عین وحدت داند، یعنی منم که بصورتهای همه برآمده ام، بملاحظهٔ تفصیلِ خود در همه مظاهرِ لطیفه و کثیفه و قدیمه و حادثه؛ چنانچه در کلامِ سید الاولیا امیر المومنین حیدر کرار، رضی اللہ عنه و کرم اللہ وجهه، واقع است - در اثنای خطبه فرمود :

" اَنَا نقطهٔ بای بسم اللہ، اَنا جَنبُ اللہ الذی فَرَّطتُم فیه - اَنَا القلم، اَنا اللوح المحفوظ، اَنَا العرش، اَنَا الکرسی، اَنَا السمٰوٰت السبع والارضون. "

تا آنکه هشیار شدند - در اثنای خطبه صفت وحدت مرتفع شد و نزول کرد سوی عالمِ بشریت - پس اعتذار فرمود و اقرار نمود بعبودیت و انقیاد تحتِ احکام اسماءِ الٰهیه؛ یعنی اظهار فرمود ظهورِ حقیقتِ
12 خود را در همه مظاهر جدیده و قدیمه - و از اینجاست که گفته اند که انسان کامل سرایت می کند در جمیع موجودات مانندِ سریانِ حق - و در حقیقت سریانِ حق، اگر بدانی، سریانِ انسان است؛ چه ذاتِ مطلق از ظهور و بطون و سریان و کتمان منزه است - پس همه ظهور، ظهورِ انسان است - "لو کنت انسانا وجلا انسانٌ عینک لترا انّه مِن سرّی و فی هٰذه الانهار والامواج مَن جرّی، اِنّ فی ذالک لآیاتٍ لِاُولی النهیٰ - و حینئذٍ لیظهر سرّه هو الاول والآخر والظاهر والباطن و هو بکلّ شیءٍ

بهایة

علیم، لا اله الا هو و محمدٌ رسولهُ و ما هُوَ الا هو ـ

اگر توفیق رفیق گردد و سعادتِ بخت، بدولتِ کفش برداری صدیقی رساند در اندک مدت بکمال شهود حقیقت فایز گردد ـ و این سِرّ نهانی و کنز مخفی بعین الیقین نمایان گردد و شهود الحق بالحق فی الحق عیان شود ـ و هُوَ علیٰ کُلِّ شیءٍ قدیر ـ

ولیکن در حقِ مُبتدی انفع آنست که در صورتِ عنصری خود، که عالم صغری است، همه حقائقِ کبری را ملاحظه نماید، باین طریق که سرِ خود را عرش قرار دهد و هفت طبقه در آن هفت آسمان و قوای باطنیه را مثالِ کواکب و ملایکه، و پای خود (را) زمین داند، و هفت اندام طبقاتِ او و حواس ظاهره ملایکه آن و شکم را بین الجو و اخلاطِ اربعه مانندِ عناصر و مولد درختان و رگها جوی روان، الی غیر ذالک، من التفضیلات تصور نماید ـ

و جسم خود را جسم الجسم و روح خود را روح الروح و عین خود را عین العین و اسم خود را اسم الاسم و ذاتِ خود ۱۳
را ذات الذات ملاحظه نماید :

آدمی چیست برزخِ جامع — صورتِ خلق و حق درو واقع
کُل درو عینِ اوست همچو کُل — عین کُل همچو آب اندر گِل
آب اندر گِل است و گِل در آب — عین آب این دقیقه را دریاب

اگر یکدم این سعادت میسر آید بکمال انسانی رسد :

سیر زاهد یک مه و یک ساله راه — سیرِ عاشق در دمی تا تختِ شاه

و حقیقتِ شکل مَبدء و معاد نیز از شکل اگر معلوم گردد، بطریق عروج و نزول منه المبدءُ والیه المعاد ـ
یا شیخ عبدالقادر شیئاً لِلّه ـ

الحمدلله که آفتاب حقیقت تابان است ـ هیچ حجاب ظلمانی و نورانی حاجب او نیست، بلکه حجاب موجبِ ظهور است؛ هر قدر که حجاب بیشتر ظهور افزون تر و هر قدر که کمتر ظهور نیز بدستور کمتر سبحان الله که بی پرده نهانست و در پرده عیان؛ باعتبارِ صفات و آثار حجاب های او سبب اظهار و باعتبار ذاتِ صرف و هستی محض شدت ظهور نیز موجب استتار ـ پس ظهورِ ذات باعتبار ذات عین بطونست و بطونِ ذات باعتبارِ صفات نیز عین ظهور؛ بوجه نزول ظهور اگرچه بطونِ ذاتست، لیکن این بطون هم ظهور است و بوجه عروج شدتِ ظهور ~~[illegible]~~ نیز بطون است ـ عجب ظهوری که از ظهور منزه و طرفه بطونی که از بطون مقدس ـ نه در آنجا ظهور گنجد نه بطون، میداند آنکه او را نور مقدس راه نمون است، نه راه است، نه راه نما، نه شاه، نه گدا

لیس وراء الله ـ المنتهی

پس متحقق گردید که ظهور، ظهورِ اوست و بطون، بطونِ او؛ زیرا که ظهور هر شیء در حقیقت ظهورِ آن

حقیقت است و بطونِ هر شئ بطونِ آن حقیقت. پس سالک را باید که هر نفس اسم ذات را بملاحظهٔ "هوالظاهر هوالباطن"، بملاحظهٔ دخول و خروجِ نفس، بتصورِ نزول و عروج، که چهار بار می باشد، بعمل آرد. واگر بی ملاحظهٔ نفس خروجاً و دخولاً بهمین نهج نماید زودتر بمقام جمع رسد و مستهلک بحرِ فنا گردد، یعنی همونست ظاهرِ من و باطنِ من، من اویم، او من، بلکه نه من نه او. هشیار باش که چه گفته می شود. قلم می ترکد و دل می سوزد. نمی توانم گفت، نمی توانم نهفت. بزرگان عارف حق عمرها درین شغل گذاشته تا خود را از خود گذاشته. حضرت قادریه عالیه، قدست اسرارهم، باصرار و باهتمام بقیامِ این عمل تاکید تمام فرموده اند. و سالکان بمواظبت و مداومتِ این ذکر اکروکنزِ پنهان ثمره های بی نهایت و فواید بی غایت یافته.

بعدِ کمالِ سنوحِ نورانیتِ حال می باید که خود را در ذات محو نماید و به هستیِ بی رنگ و بیحد متوجه سازد، بحدی که خود را و توجهِ خود را درو گم داند، چنانچه نمک در آب محو شود، و فوق و تحت و یمین و یسار و ظاهر و باطن بداند که محیط است. بی اضافتِ احاطه خود را بمنزلهٔ قطره در دریا شناسد و هرچه رنگ و تعین در خاطر گذرد محو و لا تعین نماید و در محویتِ ذات باشد و صفاتِ خود را در صفاتِ او محو نموده صفات او را ۱
محو در ذات[1] نماید و چنان مشغول شود که خود بخود مشغول است:

رفت او زمیان همین خدا ماند خدا

بلکه مشغولیت را از میان بردارند (بردارد[2]):

کی بود ما زما جدا مانده　　　من و تو رفته و خدا مانده

جناب ولایت مآب حضرت سید الاولیا، سند العرفا، قبلهٔ شاه و گدا غوث صمدانی، محبوبِ سبحانی رضی الله تعالی عنه در کلام مبارک خود ایماء باین سِر فرموده:

"اَلحَمدُ لِلّٰهِ عَلٰی اَنّی کَضِفدَعٍ مِن تَحتی ماءٌ و مِن فَوقی ماءٌ و
عَن یَمینی ماءٌ و شِمالی ماءٌ و اَنَا الماءُ"، فافهم.

این شغل را محویت خوانند. سالک راهی باید اهتمام تمام نماید و بهر وجه که داند حجابِ تعین و تقید از میان بردارد و به یقین داند که تقید عین اطلاق است، همان اطلاق است که صورتِ تقید برآمده و تعین امریست عدمی اعتباری، جز وجودِ علمی و خیالی هیچ ندارد. چون تقید از میان برخاست وجهِ اطلاق عیان گردید و ظاهر را عین باطن شناسد و هرچه از محسوسات بحواسِ ظاهره و باطنه رو آرد داند که همان مطلق است که باعتبارِ نزول در مراتب باین صور جلوه گر گردید. "وَلِلّٰهِ المَشرِقُ وَالمَغرِبُ، فَاَینَما تُوَلّوا فَثَمَّ وَجهُ اللّٰهِ". و هرچه از معقولات و تخیلات و معانی و اوهام و خطرات در دل نماید، یقین نماید که هم اوست، باین پیرایه های گوناگون نمودار شد؛ ۱۶

---

۱ - یعنی اول در ذات　　۲ - غوک

بر جا صفتی بیند صفتِ او بیند که از اَوجِ اطلاق بتخصیصِ تقیید "وَ اعلَمُوا اَنَّ اللّهَ یَحُولُ بَینَ اَلمَرءِ وَ قَلبِه" - هر جا صفتی بیند صفتِ او بیند که از اَوجِ اطلاق بحضیضِ تقیید
ظهور فرمود و در عینِ تنزّل که از وجهِ هستی صرفست کمالِ اسماء[1] ~~ئیست~~ که از ظهورِ کثرتِ بی‌شمار علماً و عیناً
متصوّر نیست، بوجهِ کمال حاصلست - "وَلِلّهِ الاَسماءُ الحُسنیٰ" - پس هر اسم، اسمِ اوست، بلکه عینِ مسمّیٰ است،
زیرا که اسم همان ذاتست ماخوذ بالبعض صفات؛ و هر فعل، فعلِ اوست، "وَمَا رَمَیتَ اِذ رَمَیتَ وَلٰکِنَّ اللّهَ
رَمیٰ" - و هر صفت، صفتِ اوست "وَهُوَ السَّمِیعُ وَالبَصِیرُ وَهُوَ العَلِیمُ القَدِیرُ وَ هُوَ الحَیُّ، لا اِلٰهَ اِلّا هُوَ، یَفعَلُ ما
یُرِیدُ، وَاللّهُ یَقُولُ الحَقَّ وَهُوَ یَهدِی السَّبِیلَ وَمَا تَشاؤُونَ اِلّا اَن یَشاءَ اللّهُ، ما کانَ لَهُمُ الخِیَرَةُ، سُبحانَ اللّهِ
عَمّا یُشرِکُونَ" - سمع و بصر و علم و حیات و کلام و اراده و قدرت منحصر در وُست -

پس چشم بگشا که سمیع و بصیر و علیم و حیّ و کلیم و قدیر و مریدکیست و موجود چیست، تو کیستی و چیستی؟!

همه جا جلوهٔ یار است چه مسجد چه کُنشت همه جا خانهٔ یار است چه دوزخ چه بهشت

بهر که رو آری باو آورده باشی و بهر که دل دهی باُو داده باشی -

غیرتش غیر در جهان نگذاشت لاجرم عینِ جمله اشیا شُد

پس در هر ذرّه آفتاب نمایانست، بینی خواه نه بینی :

در شکلِ بُتان رهزنِ عُشّاق حق است لا بلکه عیان در همه آفاق حق است
چیزی که بود ز روی تقییدِ جهان واللّه که همان ز وجهِ اطلاق است

"وَاللّهُ عَلیٰ کُلِّ شَیءٍ شَهِید" -

اگر چشم بصیرتت واشود، اول نظرت بر حقیقتِ تو، که نیستی است، افتد و پندارِ هستیِ وهمی بالکلیه
مرتفع گردد - آری غشاوهٔ غفلت مانعِ شهودِ مقصود است - بتأمل دریاب که ذات نداری و نه صفات و
نه افعال - پس خیالِ هستی از چیست و اثباتِ توابعِ آن برای کیست؟!

و بدان که نمایان در این صُوَرِ مُصَبّغ باحکام و آثارِ آنها در خارج همان وجودِ حضرت است و متجلّی
درین مرایایِ مختلفه، صفاتِ حقیقتِ او باستعدادِ هر آیینه صورت آنها منظور و بر ناظر است و حاضر بر غایب و
حاضر :

اعدادِ کون و کثرت صورت نمایشی است فی کُلِّ واحدٍ یتجلّیٰ بِکُلِّ شان

اگرچه در عینِ ظهور در همه مشاهده منزّه از ظهور و بطون است :

هرچند در عیان و نهان نیست غیرِ او فی حدِّ ذاتِه نه عیان است نه نهان

---

۱ - ای کمالِ اسماء

پس بحقیقت غوطه در بحر احدیت باید خورد تا از وهم و پندار و رفع آن نجات حاصل شود و بتوحید الی سیر « الآن کما کان » تحقق گردد :

آن کانِ حسن بود، نبود از جهان نشان　　　الآن اِن عرفت علی ما علیه کان

اَللّهمّ أرنا حقایق الأشیا کما هی و جنّبنا عن الاشتغال بالملاهی - یا شیخ عبدالقادر شیئاً لله - جبنا ۱۸و

هو الشاهد والمشهود - تجلی ذات دو نوع است. نوع اول عبارالست- اگرچه از عبارت و اشارة مبرا است از استیلای هستی مطلق و غلبهٔ سطوت احدیت بر باطن عارف بصفت قهر، بوجهی که حجاب صوری و معنوی و جلباب تجلیات ظلمانی و نورانی را بالکلیه براندازد و نسبت و اعتبارات و اضافات را دفعة بردارد و رسوم علوم و فهم منتفی گردد و از اشعات نور ذات خس و خاشاک هستی موهومی اعتباری پاک بسوزد.- نه صفت ماند نه اسم، نه ادراک نه علم، نه وجه مانده نه رسم، نه روح نه جسم، نه طالب نه مطلوب، نه محب نه محبوب - آثار انیت اضمحلال پذیرد و رسوم دوئی متلاشی گردد -

آری در حکم ذات نه علم گنجد و نه علم به علم، نه علم بعدم علم - درین مرتبه اثری از وجود و قدم و حدوث و عدم نیست - از همه مقدس و منزه، از تقدیس و تنزیه نیز منزه - الآن کما کان - وهو الواحد القهار، اذا جاء نهر الله بطل نهر عیسی، نه صحو ماند نه محو و نه عینیت و نه غیبت و نه غیریت، نه وحدت، نه کثرت، نه شک و نه یقین، نه معرفت نه دین، نه کفر نه ایمان نه وجدان نه عرفان، نه شهود نه وجود، نه کشف نه نمود، نه عابدیت نه معبودیت، نه ساجدیت نه مسجودیت، نه قاصد نه مقصود، هه
"و یبقی وجه ربک ذوالجلال والاکرام" لیس الحادث اذا قورن بالقدیم لم یبق له اثر- او را از دو بستانند و از اولی و تولی بربایند : ۱۹

آن را که فنا و فقر باشد آئین　　　نه صحو بود نه محو نه شک نه یقین
نه علم نه جهل نه حقیقت نه مجاز　　　نه کشف نه احتجاب و نه کفر و نه دین

در مقامی که علم وجوبی نگنجد علم حادث را چگونه گنجائی بود - در انسان کامل می فرماید، ترجمه اش اینست :
"بدرستی کمال حق سبحانه عبارت است از ماهیت او که قابل ادراک نیست - پس نیست برای کمال او غایت و نهایت، پس او سبحانه می داند ماهیت خود را و می داند که آن ماهیت مدرک و معلوم نیست، نه او را و نه غیر او را - از روی ذات من حیث هی هی فی نفسها یعنی اجابت ادراک ماهیت او مر او را برای استحقاق اوست کمال احاطه را و تقدس از نقصان جهل، تعالی الله عن ذالک علواً کبیرا" و نفی ادراک او از جهت کبریا و عدم انتهای اوست - زیراکه مدرک نمی شود مگر منتها، و ادراک غیر منتها محالست و او را نهایت نیست - فافهم و درباب که این مسئله از شدت غموض محل لغزش اقدام است (افهام) و مقام

حیرتِ خواص، چه جای عوام". انتهی -

بر عارف پوشیده نیست که علم او مر ذاتِ خود را نه در ذاتِ بحت بست بلکه در شان تعین او به تعینِ اول جامع همه شیون وجوبیه و امکانیه با اجمال و ابهام که حضرت علم است؛ چه در مرتبهٔ ذات، ذات متعلق علم نیست،
٢٠ آنجا که کمال و نقصان نگنجد چه جای اثبات و نفی و هذا سرٌ خفی، لا یعرفهُ الا زکیٌ ولیٌ - چون این مقام بی عبارتست، بعبارت تفصیل نمیتوان نمود و باشارت اشارة الهی نمی توان فرمود؛ وهُوَ بکلِّ شیءٍ علیم -

عبارتست از تجلی اسم جامع الله که بوجهی اسم ذات است فقط، و بوجهی اسم ذات با جمیع صفات
۴ یا باسماء ذاتیه[1] دیگر مانند غنی و قدوس وغیرها - و چون حضرت آلهیه حضرت جمع است صورتی معین ندارد و تجلی ذات نخواهد بود مگر بر صورت عبد که متجلی لهٔ است بحسبِ استعدادِ او، زیرا که این حضرت مرآة همه اعیان است - پس ظاهر خواهد شد صورت عبد در آن بقدر استعداد؛ چنانچه اعیان مرایای حقند بحسبِ استعداد ذات و قابلیات خودها برای ظهورِ احکام او؛ و بی صورت عبد، تجلیِ ذات محالست، چه بی مناسبت درمیان متجلی و متجلی لهٔ صفتِ ظهور، امکانِ ظهور ندارد و شک نیست که وجودِ مطلقِ متجلی مقید نیست بهیچ اسمی جزئی و صفتی خاص؛ لابد آینهٔ ظهورش بحکم مناسبت خالص از قید عبودیت اسماء معینه و رقیت قیود مشخصه خواهد بود مگر از قیدی و تعینی که مشخصِ ذات اوست و ممیز او از جمیع اعتبارات او، زیرا که اگر این تعین هم از میان برخیزد ذات متجلی لهٔ فانی و منعدم گردد - و گفتگوی ما در تجلی اسمای ذاتیه با بقای عبد، متجلی لهٔ، است - چه این تجلی نه بر سبیلِ قهر است که مقتضی استهلاک و انعدام صفت رسوم و علوم است -

٢١ آری این قیدِ لازم قادح اطلاق او نیست زیرا که این تعین ماهیت اضمحلال اوست و اطلاق صفت ماهیت است - پس چون حاصل شد مناسبت تامه به سببِ خلاص از بندِ قیودِ تعیناتِ زایده[2] درمیان عبد و ربِ او رونمود تجلیِ ذات، و در حقیقت نمی بیند غیر صورت عین ثابتهٔ خود در آینهٔ حق - و شهود کمال که فوق آن درجه متصور نیست حاصل گردید - زیرا که استعدادِ کلی که مقتضای عینِ مطلق او بود، مقتضی همین تجلیست بس - وقلبِ حقیقت محال[3] و موجب انعدام تمام:

اگر یک سرِ موی برتر پرم		فروغ تجلی بسوزد پرم

پس بدان و ببین به یقین که ندیده است او حق را و ممکن نیست اینکه به بیند او را، و طرفه این است که می داند بکمال الیقین، نه به تخمین و گمان که ندیده است صورت خود را مگر در آینهٔ حق - آری صورتِ خیال که بهره از وجود نداشته باشد بذاتِ خود که ندارد چگونه قیام یابد و خود را چه طور بخود که خود ندارد، نماید - و آن ذات

١ - ای مرتبه جمع مع جمع صفات و اسماء		٢ - دهم و خیال		٣ - فوق این تجلی، تجلی محال است

که باین صورت ظاهر شد، دیدنش بغیر این صورة ممتنع، اگرچه حصهٔ وجودِ مطلقست، و این روشن است بر هرکس که آینهٔ حقیقتِ او از زنگارِ خیالاتِ موهومه مصفا شده و بصفای عرفان و وجدان تابان گردیده - و اگر این معنی را خواهی که بحاسهٔ بصر دریابی، پس به بین در آینه، هرگاه به بینی تو صورتِ خود را در آن نمی بینی تو آینه را باوجود یقین تو، باآنکه نمی بینی تو صورتِ خود را مگر در آن آینه و دیدنِ تو آن موضعِ صیقل و صاف را از آینه، که محل صورة تست، ۲۲
غیر ممکن - زیرا که حصهٔ آینه هم حکم آینهٔ مطلق دارد[۱] - پس آینه نمی توان دید مگر بآینه - ظهور و شهودِ آینه نسبت بما باین صورت است و وجودِ صورت بآینه؛ زیرا که همان آینه است که متکیف شده بشکل خاص، و غیر آینه وجود ندارد - و اگر از صورت قطع نظر نمائی و نظر محض بر آینه گماری، صورت از نظر محو شود و آینه هم منظور نگردد، بلکه نظر هم محو و مختفی گردد - آری "من لم یذق لم یدر و من لم یدر لم یذق" - این نارسا میگوید درباب:

ای آینه بین به بین که منظور نظر   آینهٔ تست یا که عکس منظر
در آینه عکس تو همان آینه است   بی رنگ به رنگ تست محسوس بصر

همچنین انسانِ کامل هرگاه بکمال رسید و از قیودِ زایده و عوارض عارضه خلاص یافت، متجلی می گردد بر وی آن وجود که بقیدِ تعین ماهیتِ او متشخص و معین گردیده بکمال اطلاقِ مخصوص باو، و همین تجلی ذاتِ حق است بر وی و زیادت امکان ندارد - و این دیدنِ حق است که در وسع اوست: "لا یکلف الله نفساً الا وسعها"، و در حقیقت این دیدنِ خود است و بس: "من عرف نفسه فقد عرف ربه" این معنی دارد -

بشنو بشنو:

بی آینه نیست، هیچ صورت موجود   بی صورت نیست آینه هم مشهود
در معنی صورت است آینه خود   خود را خود باید خویش را خویش نمود

پس محقق گردید که دیدنِ حق دیدنِ عینِ خود است و در حقیقت عین هم عین اوست؛ زیرا که عین شانی است از شانهای او و اسمی از اسمای او، و "لیس الاسم غیر المسمی": ۲۳

هم اسم تو ای و هم مسمی   حیران شده عقل زین معما

و از اینجاست تفاضیل موجودات بعضی بر بعضی و شرافت و کرامت انسان بر همه کاینات، زیرا که عین او جامع همه عیون است

۱- ای وقتی که بر سطح آینه عکس صورت افتد آینهٔ باقی مشهود می گردد، و الا آینه رنگ ندارد و بی رنگ را دیدن محال است، چونکه بعکسِ صورت آینهٔ باقی معلوم شد، پس آینه بآینه دیده شد -

وشانِ او شامل ہمہ شیون، و نیز علوِ درجت و رفعت منزلت سیدالعرفا ختم الانبیاء علیہ من الصلوٰۃ افضلہا و من التسلیمات اکملہا، مبرہن گردیدہ، چنانچہ او حق را دید کسی ندید و ہر کہ حق را دید درو دید، زیراکہ ہمہ از اعالی و ادانی شانہای اویند و اسمای او، چنانچہ فرمودہ: "آدم و من دونہ تحت لوائی" و حق را ندید کسی سوای او، ہر کہ او را دید حق را دید و باین ایماء فرمودہ، بقولِ کریمۂ خود، "من رأنی فقد رای الحق"، "فاتبع الحق والحق احق ان یتبع من اطاع اللہ اطاع الرسول و من یطع الرسول فقد اطاع اللہ"

و نیز بدان کہ دیدنِ تو رسول را کہ مطلق است، بقدرِ صورتِ تست و نمی بینی تو او را مگر خود را و نمی بینی خود را مگر درو - پس دیدنِ او دیدنِ خود است و دیدنِ خود دیدنِ او - و ازینجاست کہ از اکابر متقدمین، از بعضی ثقات منقول است کہ "تو اوئی و تو محمد" اگر فہم داری بفہم، و الا قل ما شیئت من شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر ان ہذا ہو الحق المبین" آنچہ می گویم بقدرِ فہم تست
مردم اندر حسرتِ فہم درست

۲۷ پس حقیقتِ محمدی را بتو نسبتِ ربوبیت است و ترا نسبتِ عبودیت - اگر از قیود زائدہ بر عین اصلی و استعدادِ کلی خود خلاصی یافتی تجلی ذات محمدی را، کہ نوع ثانی است، خواہی یافت - و نوع اول تجلی ذاتِ محمدی موجبِ استہلاک و اضمحلالِ محض است و بس:

در شہر، بگوی، یا تو باشی یا من — کآشفتہ بود کار ولایت بدو تن

"ہنالک الولایۃ للہ الحق، فاعلم ما شان الحقیقۃ المحمدیۃ وہو بکل شیءٍ علیم، رجعنا الی ما کنا فیہ"
و این مثالِ باکمال نصیب کردہ است حق تعالی برای عارفان کہ دیدۂ بصیرت آنہا بنورِ مشاہدۂ ذات و صفات منور گردیدہ و بکمالِ معرفت، کہ ثمرۂ فرق بعد جمع است کہ رسیدہ - اگرچہ بذوات مقدسۂ آنہا حاجت نیست بمثال کہ بعد المشاہدہ والعیان احتیاج بہ امارت و علامت و دلیل و برہان منتفی نیست، اغنی الصباح عن المصباح لاکن برای تعلیم طالبانِ آگاہ و سالکانِ راہ، مطابق سنتِ الٰہی، کہ در فرقان حمید جاریست، ضرب مثال نافعتر است - و بعد تأمل واقعی درین مثال بالیقین معلوم می شود کہ بینندۂ آینہ در معاینۂ صورت خود، ندیدہ است مگر صورت خود را و ندیدہ است آینہ را، اگرچہ می داند کہ ندیدہ است خود را مگر در آینہ و دیدنِ او آینہ را دیدنِ صورت خود است و دیدنِ آینہ بی صورت محال است، و این مثال اقرب داشتہ است بمقصود ہو المقصود -

۲۸ شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر، در "فتوحات" فرمودہ کہ در حقیقت ادراکِ صورت ہم بجمع وجوہ نیست، کما ہی، ہی، بلکہ بوجہی مدرک نیست، زیراکہ دیدنِ صورت مطابق آینہ است - اگر آینہ

صغیر است، صورت صغیر می نماید و اگر کبیر است، کبیر - پس توان گفت که صورت خود را ندیده و هم توان گفت که صورت خود را دیده - پس نه صادق است نه کاذب در قول خود - پس بشناس که صورت چیست و کجاست محل او و چیست شان او - پس آن صورت هم منتفی است و هم ثابت، موجود و هم معدوم، مجهول و هم معلوم است نموده است او را حق سبحانه تعالی برای بندهٔ خود برای ضرب مثال، تا بدانند به تحقیق که هرگاه او عاجز و باهم و حیران است در ادراک حقیقت از امکانیات که مشهود عالمیان است، بخالق آن جاهل تر و عاجزتر و حیران تر خواهد بود - انتهی ترجمهٔ کلامه :

ای در تو عیانها و نهانها همه هیچ　　پندار یقینها و گمانها همه هیچ
از ذات تو مطلقا نشان نتوان داد　　کانجا که توئی بود نشانها همه هیچ ۲۶

پس می باید که خود را بدان، که دانستن حق همین است و خود را به بین که دیدن حق همین - او آینهٔ تست در دیدن تو ذات خود را تا آنکه هستی مطلق بصورت تو متجلی نگردد ترا نه در علم، وجود است و نه در عین - چون حق در حضرت علم تجلی فرمود اعیان و کمالات آنها وجود علمی و ثبوت خیالی یافتند و همچنین در حضرت عین - پس او آینهٔ تست در علم و عین که نموداری تو باوست مانند نموداری صورت بآینه، و تو آینهٔ اوئی که نموداری اسماء و احکام او به تست در نشاتین، چنانچه فرموده، علیه افضل الصلوٰة والسلام، "المؤمن مرآة المومن" - پس معلوم و محقق گردید که آنچه در عرف صوفیهٔ صافیه مشهور است که خلق، آینهٔ حق و حق آینهٔ خلق بسه وجه است — اول در مرتبهٔ علم، که علم آینهٔ اعیان است که معلومات اویند و همان علم است که باعتباری معلوم است و معلومات همه بدو قایم اند و درو نمودارند و بعد استقرار اعیان در آینهٔ علم، همان اعیان آینهٔ اسماء و صفات اند بحسب استعداد خودها، زیرا که صور خیالیه که بحسب حقایق خودها مظاهر صفات اند، همه صفات در آنها نمودار گردیده، چنانچه پوشیده نیست اگر خواهی که به بینی این معنی را در خود پس ملاحظه کن بعلم خود بصور علمیه خود را از صور انسانیه و حیوانیه وغیرها تا اشتباه بالکلیه مرتفع گردد - ثانی، در مرتبهٔ عین هستی مطلق باعتبار وجود، آینهٔ اعیانست ۲۷ که درو همه بالکلیه نمودار شده اند و عارض اویند و قایم بدو :

من و تو عارض ذات وجودیم　　مشبکهای مشکوٰة وجودیم

و خلق بعد وجود اعتباری مجازی آینهٔ حق است باعتبار شهود که جمال اسماء و صفات در آنها مشهود اهل بصیرت است، بلکه منظور هر محجوب داند خواه نداند، چنانچه فرمود: "فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق" - ثالث: خلق آینهٔ حق است در مرتبهٔ علم که نموداری آنها بدوست و علم و معلوم و عالم در آن حضرت نیست و تعداد اعتباریست و حق آینهٔ خلق در مرتبهٔ عین است که اگر هستی بصورت اعیان متجلی نشود اتصاف آنها بوجود حسی ممتنع است - پس حق بلوازم و آثار و احکام آنها منصبغ گردیده ظهور فرموده، و چون بحقیقت بنگری خود آینهٔ خود است

غیرتش غیر در جهان نگذاشت　　لاجرم عین جمله اشیا شد

وازینجاست که حضرت سیّدِ عالم علیه السلام می فرماید: "مثلی کمثل مرآت مصقولة یبدو للناظر مافیه"

باید فهمید که ناظر کدام است و منظور کدام و آینه کدام، و در ینجا ظاهر و مظهر متحد است:

گویند دل آینه آیین عجب است | در وی رخ شاهدان خودبین عجب است
در آینه روی شاهدان نیست عجب | خود شاهد و خود آینه شد این عجب است

وعجیب تر آنکه با وجودِ ظهورِ او در اعیان و ظهورِ اعیان در او، اعیان همان بر عدمیتِ صرف و نیستی اصلی خوداند، نام و نشانی از هستی ندارند و بوی از وجود بمشام آنها نرسیده، "الآن کما کان"، و هم چنین حضرتِ وجود با وجودِ شیون غیر متناهیه بر اطلاق و صرافتِ خود است "کان الله ولم یکن معه شیا، و هو الآن کما کان": ۲۸

ممکن ز تنگنای عدم ناکشیده رخت | واجب بجلوه گاهِ عدم نانهاده گام
در حیرتم که این همه نقش عجیب چیست | بر لوحِ صورت آمده مشهودِ خاص و عام
هر یک نهفته لیک ز مرآت یکدگر | برداشته ز جلوهٔ احکام خویش کام
باده نهان و جام نهان آمده پدید | در جام عکسِ باده و در باده عکسِ جام

چون یکی در دیگری منطبع است مر آینهٔ هر واحد برای دیگر روشن تر است و در اینجا معلوم گردید که ظهور عین بطون است و بطون عینِ ظهور، زیرا که در عینِ ظهور در مجالی و مرایای متنوعه باطنِ محض است و بر صرافت اطلاقِ خود، و در حقیقت ظهور در مراتب موجبِ بطون است و ارتفاع تعینات و انمحاءِ اعتبارات باعث ظهور نیست و همچنین بلباسهای تلبیس مختلفه مظاهر عین ظهور است و تقدس و تنزه از الوان متلونه مشاهد عین بطون:

ز رخسارِ تو بی نقاب دیدن نتوان | دیدار تو بی حجاب دیدن نتوان
مادام که در کمال اشراق بود | سرچشمهٔ آفتاب دیدن نتوان

فسبحان من احتجب بمظاهر نوره: | در پرده عیان است و بی پرده نهان

یعنی بذاتِ خود پنهانست و بصفاتِ خود آشکارا و عیان، و چون ذات یک ذات است فقط همه جا نهان است مکتوم و چون صفات همه جا همان صفات است محسب در همه جا عیان است و معلوم، "الذات ذاته والصفات صفاته"، هو هو، هو لا إله إلا هو، محمد رسول الله وما هو إلا هو: ۲۹

با یار گل رخ خویش گفتم ای غنچه دهان | هر لحظه مپوش چهره چون عشوه گران
از خنده گفت من بعکسِ خوبانِ جهان | در پرده عیان باشم و بی پرده نهان

وهو بکل شیء محیط.

بیدار باش که این مختصر گنجایشِ این تفصیل بتطویل نداشت، لیکن چون این شغل آخر که منتهای عارفانِ کامل و کاملان واصل است، موقوف بر کشف این حقیقت کبری بوده، ناگزیر به بیان

بعضی از حقایق آن اکتفا نمود، والعاقل یکفیه الاشارة // می باید که کمرِ همت را چست بسته اولاً از عارف حق‌نما این
حقیقت را بتفصیلِ تمام، بوجهی که هیچ دغدغه و شبهه باقی نماند و علم الیقین بدرجهٔ کمال رسد، تحقیق نماید
بعدهٔ باین شغل که باسنادِ پیرانِ راه‌نما رسیده و مسطور گردیده، مستغرق گردد، بلکه شاهد و مشهود
یکی شود و چندان مداومت و مواظبت نماید که چهرهٔ شاهدِ حقیقت بعینه مشهود گردد و حجابِ وهم و پندار
٣٠ بالکلیه مرتفع گردد. "ذَالِکَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّمَا یَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیرُ."
اگرچه از نوشتنِ این اسرار که سرِّ مردان و عاشقان و مستان و هوشیاران است، قلم می ترلدو
دل می لرزد لیکن جذبِ طالبانِ مستعد و حکمِ مرشدانِ عالی مستند نمی گذارد که در اظهارِ آن دقیقه‌ای از
دقایق مهمل گذارد. السّمع والطاعت لِلّٰه وَرسولِه وَلِأُولِی الأَمرِ مِنَّا - یا شیخ عبدالقادر شیئاً لِلّٰه -
بشنو بشنو ای برادر این شغلِ عظیم الشان را طُرقِ بسیار است. سند از مُرشدان حاصل نموده مداومت
باید نمود تا زود فور مقصودِ اعلیٰ، که عبارت از استهلاک است در حیّزِ جمع الجمع، میسّر گردد.
٥ حضرت جامعِ همه شیونِ ظهور و بطون، علیه الصلوٰة والسّلام، می فرماید: "المؤمن مرآت المؤمن".
از مومنِ اول، حق مراد است و از ثانی انسان، و بالعکس نیز درست، چنانچه شناختی.
پس می باید که آینه را مقابلِ خود گذاشته یک نقطهٔ سیاه درمیانِ حاجبین انداخته نظرِ خود بر آن نقطه
دوزی و چندان مستغرق گردی که غیرِ نقطه منظور نماند بملاحظهٔ نقطهٔ ذات که منشاءِ دوایرِ حضرات
است، تا آنکه نقطه بی آینه مرئی گردد. بعدِ حصولِ این دولت چندان بکوشی که هیچ وقت آن نقطه از نظر بصر بصیرت
غایب نشود. بعدِ چندی آن نقطه منبسط گردیده بصورتِ دائرهٔ سیاه ظاهر خواهد شد. هستیِ موهومیِ خود را مانند
آن دائره تصور نموده دائره را در نقطه گم کند. درحینِ مراقبه استیلای هستیِ حقیقی برق وار تجلّی خواهد نمود و
٣١ خس و خاشاکِ وهم و پندار خواهد سوخت.
اگر دائره برنگِ سرخ یا زرد یا غیرهٔ ظاهر شود تجلیاتِ صُوریه مانند آفتاب رُو خواهد نمود. آنهم
بمرتبهٔ فنا خواهد رسانید و اگر تواند نقطه در دائره گم کند تا تجلیاتِ عوالم ظهور بتمامه، که نتیجهٔ بقا بعدِ فناست،
ظهور نماید و سرِّ سرِّ نهان آشکارا گردد، موجب سعادتهای ابدی است؛

این سعادت روی ننماید بکس جز پس از عمری و آنهم یک نفس

شبلی، قدّس سرّهُ العُلی می فرماید: "طوبیٰ لِمَن کانَ لهُ فی عُمرِهِ نَفَسی".
هشیار باش که چه گفته می شود، سند آخر: آینه را روبروی خود داشته بر صورتِ مثالی خود نظر دوزد
تا آنکه صورت بی آینه هم مشهود گردد. چون این سعادت رُو نمود باب کنزاللّٰه الاکبر مفتوح گردید. بهمان تصور
مواظبت نماید تا هر جا نمودار گردد - بعدِ دوامِ ملکه اظهارِ آن در موضعِ متعدده نیز خواهد شد، و تواند نمود ظهورِ آن
صورت بصورتِ هر شیء و خود او همه جا تواند دید و همه را در خود، بعدهٔ سرِّ توحیدِ الٰهی آشکارا گردد زیرا که

صورتِ او بصورتِ حق است، "خلق آدم علی صورته" - رازِ "حق آینۂ خلق و خلق آینۂ حق" نمودار گردد، والتفصیل عن لسان الشیخ ~~سند آخر~~ -

سند آخر: در آینہ صورت خود با ہمہ نقش و نگار و حرکات و سکنات بہ بیند و داند کہ این صورت وجودِ حقیقی ندارد و نقش و نگار و افعال و آثارِ او ہمہ از ناظر است - ہمچنین این صورتِ جسمی ہم ظل است و این خیالِ محض است و اعتبار فقط - پس بدان کہ ذات ذاتِ حق است و ہمہ صفات از سمع و بصر و غیرہ صفات اوست -

این وجود و توابع وجود از صاحب ظل است

ظلِ اعیانند ارواح ہمہ .. ظلِ ارواح اند اشباح ہمہ
باز اعیان ظلِ اسماءِ حق اند باز اسماء ظلِ ذاتِ مطلق اند
چونکہ دانستی کہ ظلِ کیستی فارغی گر مردی و گر زیستی

و ظل در حقیقت عین ذی ظل است و فرق اعتباریست و "لا اعتبار للاعتبار کما لا یخفی علی ذوی الاعتبار" -

سند آخر: صورت کہ در آینہ نمودار است در حقیقت نیست مگر سطحِ آینہ کہ مکیف شدہ بہ تشخص صورت مرائی و وجود نیست مگر آینہ را و صورت عارض اوست و ظہور نیست اورا مگر بصورت - پس در آینہ خوض نماید کہ ہستی مطلق مانندِ آینہ است و برو صورتہا عارض دارد، پس صورت را در آینہ گم کند جز آینہ مشہود نماند و مقید مطلق گردد و بیقین معلوم گردد کہ ربِ روحی ہمان رب الارباب است و لیس ظاہر است بصورِ تجلیات متنوعہ و باطن است بحقیقت متحدہ - ھو الظاہر، ھو الباطن - در ہمہ وقت با آینہ بی آینہ در خواب و بیداری و مستی و ہشیاری چشم کشادہ و پوشیدہ بدان کہ من صورتِ خیالی بیش نیم - در آینۂ ہستی مطلق بسبب نسبتی و مجازاتی کہ آنہم از من نیست، نمودی یافتہ ام - ہر وقت کہ این محاذات مرتفع شد، نمودی کہ دارم نیز بر خیزد، نیستم و نبودہ ام و نخواہم بود، ہالک محض و معدوم صرف - چون چندی برین مواظبت نمائی بعین ثابتہ و عدمیت اصلیہ ملحق گردیدہ در فسحتِ عدم آباد بی نہایت از تردداتِ اعتباریہ خرابی و از مضیقِ سجنِ خیالات وہمیہ نجات یافتہ بکمالِ حقیقی تشریف یابی -

بعد تحقیقِ این مقام ہمہ عوالم را یک صورت در آینۂ واحد اطلاق مرتسم بدان و ہمان ملاحظہ حقیقتِ عدمیت او را نیز از تخیلِ وجودِ بی بود و نمودِ بی نمود از وہم خود بدان، تا معنی "کل شیء ہالک الا وجہہ" محقق گردد و سرّ "کل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام" عیاناً و شفاہاً معلوم شود و حقیقتِ "سنریہم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسہم حتی یتبین لہم انہ الحق" منکشف گردد و معمای "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" بکمال کشف مکشوف شود - آنچہ گم شدہ ظاہر گردد و آنچہ ظاہر است گم گردد، و نغمۂ "لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار" بزبانِ بی زبانی سراید و ترانہ "وللہ ما فی السموات و ما فی الارض" بگوشِ بی گوشی رسد و از شرکِ جلی و خفی خلاص دست دہد و بتوحید شہودی

و بکمال ایقانی کامیاب گردد "وشهد الله انه لا اله الّا هو والملائکه واولی العلم قایماً بالقسط، لا اله الّا هو العزیز الحکیم" -
یا شیخ عبد القادر شیئاً للّٰہ -

سند آخر - در عین دیدن آیینه نظر از صورت خود بردارد بوجهی که صورت از میان محو گردد و نظر بر صورت نیفتد و بر سطح آیینه، که بی رنگ است، مقصور گردد، اگرچه نظر بر آیینه بی رنگ افتادن بی واسطه صورت محالست لیکن بعد مواظبت تمام صورت مطلقاً ملحوظ نگردد و در دیده مشهود نیاید اگرچه مرتفع نشود و بالکل محو نگردد، زیراکه آن صورت شرط دیدن آیینه است "اذا فات الشرط فات المشروط" - چون بفضل حق ۲۴
بشهود مطلق آشنا گردد در مقید مطلق را بیند بی شهود و مقید :

از لطف قد و صباحت خد چه کنی   و از سلسلهٔ زلف مجعد چه کنی
از هر طرفی جمال مطلق تابان   ای بی خبر از حسن مقید چه کنی

بعد ریاضت تمام بعنایت ایزدی یک نور سیاه بسیط محیط از آیینه ظاهر گردد و حواس ظاهره و باطنه را بتمامه معطل گرداند و از قید هستی مطلق برهاند و ترا از تو بستاند تا آنکه شعور بمشعوریت نماند بلکه بعدم شعور نیز علم و معرفت بالکلیه از میان برخیزد - مصرع : سیه گر به بینی نور ذات است

بعده در عین آن نور سیاه و بی آگاهی سالک آگاه نوری مانند شکل آفتاب یا بر صورت نقطه الیه یا نور بسیط محیط ظاهر گردد مانند ظهور وحدت و واحدیت از حضرت احدیت، که از همه اعتبارات و اضافات منزه و مبرا است و در حین ظهور در حضرت وحدت و واحدیت بهمه وجوهات موصوف آ و درین مقام تجلیات صوری و معنوی بر سالک چندان ورود نماید که در کمال بسط آن نیز از خود رود و منازلات روحانیه و مثالیه زیاده از حد و حصر نزول فرماید و تجلیات صفاتیه و ذاتیه علی التوالی بلکه علی الدوام وارد وقت شود و از وقت بمقام رساند و از ۲۵
کمال بتکمیل، و الحال لایقال، آخر کار قرار بر تجلی ذاتی، که بنوع ثانی در این رساله موسوم ~~[illegible]~~ گردیده یابد، وهو الغایة القصوی و نهایت العظمی، "والله یقول الحق و هو یهدی السبیل"، و امّا التجلی البرقی الاختصاصی فلا یدوم بل لا یبقی زمانین و ساعتین لانّه رجوع الی الذات بلا صفات و الظهور الّا بالصفات و یرجی منه لمعات للصدّقین العارفین فی الدارین، رزقنا الله و ایاکم -

~~[illegible]~~ -

پس باید که نظر خود را بر دیدن مطلق گماری که آن دیدن اوست در آیینهٔ عین ثابتهٔ خود و در حقیقت آن دیدن خود است و همانست رویت حق الیقین الآن و غداً لکن امروز بمشاهده و مکاشفه موسوم و فردا برویت و مشافهة معلوم، و همین است نهایت کمال اهل کمال و زیاده ازین متصور نیست - فاعرف و انظر - و اگر این واسطه در میان نباشد، صعق محض است - "فلمّا تجلّی ربّه للجبل جعله دکّاً و خرّ موسیٰ صعقاً، فلمّا افاق قال سبحانک ~~[illegible]~~ تبت الیک و انا اول ~~المؤمنین~~ المؤمنین" - یا شیخ عبد القادر شیئاً للّٰہ -

بدان که هر کاینی از کاینات اسمی است از اسمای الٰهی و مظهر اسمی است از اسمای وجوبی - یعنی ذات او عبارت است
از وجود متعین آن و صفت او نیز عبارت است از صفت متعین ، زیرا که چنانچه حضرت ذات برای اظهار کمال اسمای خود از
٣٦ اطلاق حقیقی بتقید لذاتی نزول فرمود و درحقیقت این کمال دیگر است که درحضرت اجمال مکتوم و ظهور تفصیل آن در
آن معلوم بوده ، همچنین صفات حقیقت حضرت وجود نیز از ارواح اطلاق و کلیت بحضیض تقید و جزئیت تنزل ٢
فرموده و این ظهور نیز حاصل ابراز کمال علیحده است که درحضرت ابهام صفات که بمنزله حضرت وحدت ذات است
مکنون و بروزان در مرتبهٔ تعین آنها از تبدل و تغیر مصئون بوده - پس بیقین محقق گردید که حضرت وجود
بذات و صفات خود آیینهٔ هر ذات و صفات است و هر ذات و صفات آیینهٔ ذات و صفات اوست - او در هر
مظهر حق برنگی عیانست و برنگی نهان و هر مظهری در وی برنگی عیان و برنگی نهان و حصول کشف معنوی حقیقی ،
این حقیقت بعارف کمال بکمال عیان مشهود است -

پس بدانکه ذات تو ذات اوست و صفات تو صفات او ، بلکه ذوات همه موجودات و صفات همه
ذات و صفات او ، و آنچه در حدیث قدسی واقع شده : "لایزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احبه فاذا احببته ٩
کنت له سمعاً و بصراً و لساناً و یداً و رجلاً بی یسمع و بی یبصر و بی ینطق و بی یمشی." الی آخر الحدیث - مراد
بودن او سمع و بصر بنده انکشاف عرفان اوست بکشف حقیقت وحدت صفات و اتصاف بصفات حقیقت
٣٧ باعتبار رفع [illegible] جزئیه علی حسب الاستعداد است - پس چنانچه تجلی ذات باعتبار اسماء و صفات ذاتیه
بارتفاع تعینات عارضه است و بقای تعین اصلی او (یعنی بنده) که باوجود تقید او قادح اطلاق نیست ، همچنین
تجلی صفات باعتبار انکشاف حقایق ذاتیه آنها با لمحاء تقیدات زایده است با لقای تعین ذاتی که با وصف تشخص
منافی کلیت نیست - پس چنانچه تجلی ذات منقسم بدو قسم است ، همچنین تجلی صفات بر دو نوع است و مقصود همه
عارفان کامل و کاملان عارف نوع ثانی است ، و شهود حق سبحانه تعالی بتجلیات ذاتیه منتهای صعود
واصلان آگاه است - زیاده ازین ممکن نیست - و تفاضل انبیاء و اولیاء نیز درین حضرت است - هر قدر
که تعین واسع و جامع ، ظهور حق بکمال و سعت و جمعیت در آن واقع ، و چون تعین اول که حقیقت محمدیست ،
اعم و اشمل و اوسع و اجمع همه تعینات است ، شهود حق درو بوجه اعم و اجمع و اشمل خواهد بود و در
ظلیت و تبعیت او بر مظاهر کامله کلیه اورا علی حسب تفاوت الاستعداد است - و معهذا حق در این آیینه ١٠
کما هو هو ظاهر نیست و در این مرتبه منحصر نه ، زیرا که شرط ظهور مرئی کما هو هو در مرآت مساوات مرآت
است بمرئی ، لهذا در مرآت صغیر صغیر نماید و در کبیر کبیر - و هیچ مرآت مقید مساوی مطلق نمی تواند
شد و لهذا فرمود سرور علیه السلام والصلوٰة : "ما عرفناک حق معرفتک" - فافهم -

٣٨ ازینجاست که مست بادهٔ عاشقی و مشتاقی خواجه عبدالباقی قدس سره ، فرمود : "متابعت محمد الرسول الله
صلی الله علیه وسلم کن ، لی آنکه محمد را غیر حق دانی یا حق را منحصر دانی در محمد" - انتهی - زیرا که تعین اول اگرچه
منشاء همه تعینات و شامل همه است لاکن تاهم خالی از جزئیت نیست به نسبت ذات بحت - لهذا آن اصل

ظهور و بطون علیه الصلوٰة و السلام فرموده: "یا لیتَ رَبّ محمدٍ لم یخلق محمداً"۔

پوشیده نماند که عدم انحصارِ حق در حقیقتِ محمدی باعتبار اطلاق ذات است که در آنجا کلّم علم، که عبارت از حضرت وحدت جامع جمیع شیونات علمی و منشاء حضرات عینی است، نگنجد اگرچه امام الائمہ، و الا ظهور ذات، که در حقیقت ظهورِ حقیقت محمدیست، منحصر در محمد است و بس۔ فلیس الظاهر الّا هو فی جمیع مظاهر الصوریة و المعنویة الالٰهیة و اللونیة فقد ظهر نسبت البطون و الظهور فهو الباطن و الظاهر بلا اعتبارات و هو المعنی و لکل لهٗ عبارات، اللهمّ صلّی علیه و آله قدر حسنه و جماله۔

چون این سِرّ قابلِ افشانیست و در عین اظهار همه مستور جلباب اخفاست، بمطلبی که بمعنی ظاهری بیانِ آن مسطور و منظور است، اختتام رساله مناسبت دید و "والله علیٰ کلّ شیءٍ شهید"۔ الحاصل که شهود ذات در مرآتِ عینِ ثابتهٔ مُطلقه، منتهای کمال شاهدانِ شاهد حضرت وجود است و صعود ازین مقام غیر واقع و مفقود، زیرا که شهود مقصود بر صورت است و منتهای صُورِ کونیه صورت عین ثابته است و بس۔ پس چون به این مرتبه رسیدی حق مرا دیدی و بنهایت کمال رسیدی۔ چنانچه حضرت شیخ اکبر، قدس سرّه الاطهر، می فرماید: اِذا اَذقت هٰذا الغایة التی لیس فوقها غایة فی خلق المخلوق، فلا تطمع وَلا تتعب نفسک فی ان ترقّی فی اعلیٰ مِن هٰذا الدرجة فما هو ثمه و ما بعده الا العدم المحض"، یعنی وقتی که یافتی این مقام عالی را بذوق و وجدان و بکمال عرفان و شهود و ایقان، نه به تخمین و گمان و دلیل و برهان و فایز گردیدی بتجلّی، پس حاصل شد ترا غایت اعلیٰ و رسیدن بنهایت قصویٰ، زیرا که منتهایِ اسفارِ سالکان ذاتِ مطلق اوست و بس۔ پس طمع مکن و در رنج میندازخود را در این که ترقی نمائی و بالا روی ازین درجه، زیرا که نیست در اینجا، که تو بآن مقام رسیده که آن وجود مطلق است، مقامی عالی ازان، چه بعدِ وجودِ نیست مگر عدم محض۔ اگرچه مرتبهٔ وجودِ حقیقی که مقدس ازین مُطلقِ اضافیست، اقدم و اعلیٰ است، لاکن آن از شهود شاهدی و وجودِ واحدی نیز مبرّا است، "تعالیٰ عن ذالک علواً کبیراً"۔

پس نهایتِ کمال اهل همین است۔ چون بیان این اسرار، که در غایت استتار اند، شایانِ وظیفه اختصار نیست، و آنچه بوجه ایماء مسطور گردیده برای اُولی الافهام کفایتِ تمام دارد، اختصار این مختصر بر نهایت کمالِ ارباب کمال مناسب تر دید و نام این هدیهٔ کبریٰ از جناب واهب آمال "نهایت کمال" شنید۔ والحمد لله علیٰ ذالک حمداً طیباً کثیراً مبارکاً۔ مامول از خلّانِ صفا آنست که وجود متصدی این جمع را درمیان نداشته بعین رضا و وداد، نه بچشم سخط و عناد، ملحوظ فرمایند۔ اگر خطائی یا سهوی واقع شده باشد اصلاح نمایند، "وعینُ الرضا مِن کلّ عیبٍ کلیلة و لاکن عینُ السخط تبدی المساویا"، و بتفریغ همت و تصمیم عزیمت بالالتزام متابعتِ حضرت سید الانام، علیه الصلوٰة و السلام، و اقتفار آثارِ اولیای کرام بکمالِ اهتمام علی الدوام بر اشتغال مسطوره در حجرهٔ تربیتِ شیخ کامل و صحبتِ عارف واصل مواظبت و مداومت نمایند تا در مدت قلیل بمقصد اعلیٰ وصول رب جلیل فایز گردند، "وَما ذالک علی الله بعزیز"۔

و مؤلف ضعیف، تراب الاقدام اهل الله، غلام قادر شاه، اراء الله وجه فی مرآت وجه حبیبه مصطفاه

۴ را بدعای مستجابه درأوقات حضور یاد دارند ۔ [۲۱] لفعی الله و ایاکم بذکر الحکیم و أوصلنی فی ظلّ حبیبه وصفیه،
صلی الله علیه وسلّم، بکمال شهوده و رویته فی الدنیا والآخرة، بحضٍ کرم العمیم۔ ربّنا آمنّا بما انزلت واتبعنا الرسول
فاکتبنا مع الشاهدین و آخر دعوانا انّ الحمد لله ربّ العالمین والصلواة والسلام علیٰ سید رُسُله و ہادی
سُبُله خیر العالمین و آله واصحابه اجمعین، والتابعین وغوث العالمین، سید الاولیاء و افضلهم اجمعین السیّد
ابو محمد محی الدین سید عبدالقادر امین المکین رضی الله عنه وارضاه عنا و عن جمیع المریدین و شیخی والی
سیّدی سندی قدوة العارفین ابوالفرح محمد فاضل الدین، قدس سرّہٗ و جمیع الاولیاء الاولین والآخرین و
عبادہ الصالحین اجمعین، برحمتک یا ارحم الراحمین ۔ آمین ۔

قد تمت هذه الرسالة المسمّی بنهایة الکمال

ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی
یزدانی سٹریٹ - ملت روڈ
سمن آباد - لاہور ۵۴۵۰۰
فون: 7583249
جمعۃ المبارک 16/6/95
۱۶ محرم 1416ھ